بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡہَا

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات سے سمجھایا جائے
اور وہ اس سے منہ پھیر لے" (الکھف:۵۷)

اصلاحِ ایمان

website: www.islaheeman.com
email: almuslim@islaheeman.com

فہرست

سوال نمبر	سوالات	صفحہ نمبر
1	اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے؟	6
2	سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟	6
3	شرک کیا ہے؟ کیا شرک کی حالت میں مرنے والا جنّت میں جا سکتا ہے؟	6
4	کیا کلمہ گو بھی شرک کرنے سے مشرک ہو جاتا ہے؟	7
5	اگر والدین شرک کرنے کے لئے کہیں تو کیا ان کا یہ حکم مان لینا چاہئے؟	11
6	کیا غائبانہ مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جائے؟	11
7	کیا اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے؟	12
8	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کو عالم الغیب (غیب کا جاننے والا) اور ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا کیسا ہے؟	12
9	کیا کسی نبی، صدیق، شہید، ولی یا کسی اور ہستی کو نفع و نقصان کا کوئی اختیار ہے؟	14
10	کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں اللہ کے خزانے ہیں اور وہ جھولیاں بھر کر دیتے ہیں؟	14
11	کائنات کا مشکل کشا کون ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مشکل کشا سمجھنا درست ہے؟	15
12	کیا اللہ کے سوا کوئی کائنات کا مولیٰ ہے؟	15
13	کیا اللہ کے سوا کوئی کائنات کا غوث، داتا، دست گیر اور غریب نواز ہے؟	16
14	کیا اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا درست ہے؟	17
15	قبر والوں کو پکارنا، قبروں کو پختہ بنانا اور ان پر گنبد بنانا کیسا ہے؟	17
16	کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ اولیاء اللہ کو موت نہیں آتی؟	18
17	کیا تقرُّب حاصل کرنے کے لئے قبروں اور مزاروں کا طواف کرنا صحیح ہے؟	19

سوال نمبر	سوالات	صفحہ نمبر
18	کیا مُردے ہماری پکار سنتے ہیں؟	19
19	کیا فوت شدہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اپنے پجاریوں کی عبادات، پکار، ان کی نذر و نیاز اور ان کے حالات سے باخبر ہیں؟	20
20	کیا غیر اللہ کی نذر ماننا درست ہے؟	21
21	غیر اللہ کی نذر و نیاز دینا کیسا ہے؟	22
22	کیا غیر اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے جانور ذبح کیا جا سکتا ہے؟	23
23	مُردوں کے ایصال ثواب کے لئے قرآن حکیم پڑھ کر بخشنا، فاتحہ خوانی کرنا، تیجہ، ساتہ اور چالیسواں کرنا یا مالی اور بدنی عبادت کا ثواب بخشنا کیسا ہے؟	23
24	کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ فوت شدہ نبی، ولی یا دوسری ہستیاں ہماری دعا و پکار سن کر اللہ کے ہاں سفارش کر دیتی ہیں؟	26
25	کیا دنیاوی کاموں میں زندوں سے سفارش کرائی جا سکتی ہے؟	26
26	کیا دعا کرتے وقت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے ناموں کا واسطہ دینا درست ہے؟	27
27	کیا آدم علیہ السلام کی دعا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے قبول ہوئی؟	27
28	کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ کئے جاتے تو کچھ بھی پیدا نہ ہوتا؟	28
29	یہ کہنا کہ ”جس طرح بادشاہ سے براہ راست نہیں ملا جا سکتا بلکہ مشیر اور وزیر سے رابطہ کرنا پڑتا ہے اسی طرح ہم ان بزرگوں کو اللہ کے ہاں واسطہ بناتے ہیں“ اس میں کیا حرج ہے؟	29
30	کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ ”اللہ تعالیٰ براہ راست ہماری دعا و پکار نہیں سنتا“؟	29
31	کیا کوئی نبی یا ولی اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کا کوئی اختیار رکھتا ہے؟	30
32	شفاعت باذن اللہ سے کیا مراد ہے؟	31

سوال نمبر	سوالات	صفحہ نمبر
33	کیا آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام بشر اور انسان ہی تھے؟	32
34	اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے کیا مُراد ہے؟	33
35	کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ محمد ﷺ نور من نور اللہ یعنی اللہ کے نور سے ایک نور جدا ہوئے ہیں یا اللہ نے اپنے نور سے ایک ٹکڑا کاٹ کر محمد ﷺ کو بنایا ہے؟	34
36	''نعت رسول'' میں محمد ﷺ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا کیسا ہے؟	35
37	ولی کے معانی کیا ہیں اور اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟	36
38	ہر قسم کے اعمال کس کے ہاں پیش ہوتے ہیں؟	37
39	قرآن حکیم میں سجین اور علیّین کے بارے میں کیا بیان ہوا ہے؟	38
40	کیا مرنے والوں کے نفوس (ارواح) اس دنیا میں قیامت سے پہلے اپنے دنیاوی جسم میں واپس آ سکتے ہیں؟	38
41	کیا یہ عقیدہ درست ہے کہ مردہ جسم دفن ہونے کے بعد زمینی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے؟	40
42	کیا مرنے والوں کے اجسام گل سڑ جاتے ہیں اور مٹی ہو جاتے ہیں اور قیامت کے دن از سر نو پیدا کئے جائیں گے؟	41
43	کیا تین زندگیوں کا عقیدہ رکھنا درست ہے؟	42
44	کیا محمد ﷺ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں؟	43
45	کیا جمعرات یا اور کسی دن فوت شدہ لوگوں کے نفوس (ارواح) اپنے ورثاء کے گھروں میں آ سکتے ہیں؟	44
46	کیا محمد ﷺ کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے؟	45
47	کیا شہداء دنیاوی جسموں کے ساتھ زمینی قبروں میں زندہ ہیں؟	46

سوال نمبر	سوالات	صفحہ نمبر
48	قرآن میں اللہ تعالیٰ شہداء کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ زندہ ہیں تم انہیں مُردہ نہ کہو، اس زندگی سے کیا مراد ہے؟	47
49	مرنے کے بعد قیامت تک عذاب وراحت کا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟	48
50	کیا نبی، صدیق، شہید اور ولی ۔۔۔۔ اللہ کے محتاج ہیں؟	49
51	کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں ''اپنا خلیفہ'' بنا کر بھیجا ہے؟	50
52	تصوّف کیا ہے؟	51
53	شِفاء دینے والا کون ہے؟ کیا تعویذ لٹکانے سے شفاء ہو جاتی ہے؟	51
54	منکے، کڑے، چھلے اور دم کردہ دھاگے لٹکانا کیسا ہے؟	52
55	کیا جادو حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے؟	53
56	کیا سحر (جادو) سے کسی کو مافوق الاسباب کوئی تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے؟	54
57	کیا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آنے والے جادوگروں نے اپنے جادو سے رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ بنایا تھا؟	54
58	کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ماننا صحیح ہے؟	56
59	سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا نزول کس مقصد کے لئے ہوا؟	56
60	کیا باذن اللہ جادو سے نقصان ہو سکتا ہے؟	58
61	غیب کی خبر دینے والے دست شناس، پیر اور نجومی کی بات ماننا، ستاروں میں نفع ونقصان سمجھنا کیسا ہے؟	59
62	کیا معجزہ یا نشانی لانا کسی رسول کے اختیار میں تھا؟	61
63	کیا کوئی شخص کسی کو ''نظر بد'' سے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے؟ یا نظر میں نفع ونقصان کا اختیار ہے؟	62

سوال نمبر	سوالات	صفحہ نمبر
64	کیا جن انسان پر سوار ہو سکتے ہیں؟	65
65	طاغوت کسے کہتے ہیں؟ کیا طاغوت کا انکار کرنا اور اس سے بچنا ضروری ہے؟ طاغوت کی چند اقسام بیان کریں۔	66
66	دین اسلام میں فرقہ بندی کی کیا حیثیت ہے؟	67
67	جمہوریت کے ذریعہ نفاذِ اسلام کی کوشش کرنا کیسا ہے؟ اسلام اور جمہوریت میں کیا فرق ہے؟	68
68	قرآن حکیم میں علماء سوء اور پیروں کے بارے میں کیا ارشاد ہوا ہے؟	70
69	جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار و مذاق ہو رہا ہو وہاں بیٹھنا کیسا ہے؟	71
70	کفر کرنے والوں سے گہری قلبی دوستی رکھنے اور ان سے تعلقات رکھنے کی کہاں تک گنجائش ہے؟	71
71	کیا کسی کفر و شرک کرنے والے امام کے پیچھے صلوٰۃ (نماز) ادا کرنا صحیح ہے؟	73
72	کیا مومنہ عورت کا نکاح کسی مشرک مرد سے کرنا درست ہے؟	74
73	شرک پر مرنے والے کی صلوٰۃ الجنازہ پڑھنا یا اس کے حق میں بخشش کی دعا کرنا کیسا ہے؟	75
74	کیا مشرک مسجد حرام (بیت اللہ) میں داخل ہو سکتا ہے؟	75
75	مشرکین کا مساجد تعمیر و آباد کرنا کیسا ہے؟	75
76	کفر و شرک پر مرنے والے نجات پانے کے لئے زمین بھر کر سونا دینا چاہیں یا دنیا کی ساری مال و دولت، تو کیا اللہ کے عذاب سے ان کی جان چھوٹ جائے گی؟	76
77	قرآنی آیات کا انکار کرنے ولوں اور منافقت کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا؟	76
78	کیا شرک کی موجودگی میں نیک اعمال کا کوئی فائدہ ہوگا؟	77

سوال نمبر	سوالات	صفحہ نمبر
79	کیا یہ کہنا درست ہے کہ قرآن حکیم ایک مشکل اور سمجھ نہ آنے والی کتاب ہے؟	78
80	کیا یہ کہنا درست ہے کہ قرآن حکیم ایک نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے؟	78
81	اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کس مقصد کے لئے نازل فرمایا ہے؟	78
82	کیا رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث قرآن حکیم کے خلاف ہوسکتی ہے؟	79
83	کیا قرآن وسُنّت کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا، مولوی اور پیر کی پیروی کرنا گمراہی ہے؟	79
84	کسی مسئلہ میں اختلاف ہوجائے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟	80
85	انسان کو آخرت میں ہر قسم کے خسارہ سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟	81
86	کیا ایمان قبول کرنے کے بعد انسان کی آزمائش ہوگی؟	81
87	اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟	82
88	اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کا نام قرآن حکیم میں کیا رکھا ہے؟	82
89	کیا مومنوں پر بھی اللہ تعالیٰ اور ملائکہ صلوٰۃ (درود) بھیجتے ہیں؟	83
90	کیا محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول اور خاتم النبیین ہیں؟	83
91	کیا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے؟	84
92	کیا کوئی ایسا دجّال آئے گا جو مُردوں کو زندہ کرنے والا، بارش برسانے والا اور غلہ اُگانے والا ہو؟	87
93	کیا قربِ قیامت مہدی کا ظہور ہوگا؟	88
94	اللہ تعالیٰ کے ہاں کیسے ایمان کی قبولیت ہے؟	89
95	اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کو چھوڑ کر ریاکاری (دکھاوے) کی عبادت کرنا کیسا ہے؟	90
96	کیا محمد ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے اپنی امت یا قوم سے اُجرت (معاوضہ) کا سوال کیا تھا؟	91
97	اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالنا کیسا ہے؟	92
98	قیامت کے دن کس چیز کے متعلق پوچھ ہوگی؟	93
99	کیا سچے لوگوں اور سچی جماعت میں شامل ہونا اور شرک میں ملوث فرقہ یا جماعت سے علیحدگی ضروری ہے؟	93

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط اَمَّا بَعْدُ !فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْاُمُوْرُ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٍ وَّکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٍ وَّکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِیْ النَّار۔

بلاشبہ (الوہیت کی) سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں۔ اور ہم اس سے استغفار طلب کرتے اور اسی پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اپنے نفوس کے شر اور اپنے اعمال کی بُرائی سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ جسے اللہ (دین اسلام کی) راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے گمراہ کردے اس کا کوئی رہبر نہیں ہوسکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو (اپنی ذات وصفات میں) اکیلا ہے اس کا کوئی شریک (حصہ دار) نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمّد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔

اس (حمد وصلوٰۃ) کے بعد یقیناً تمام باتوں میں بہترین بات اللہ کی کتاب (قران) ہے اور تمام طریقوں سے بہترین طریقہ محمّد (ﷺ) کا ہے۔ اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو اللہ کے دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں (یعنی بدعات) اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

اللہ کے بندو! آج دنیا میں کفر وشرک کا ایک طوفان برپا ہے، آج رب العالمین کے ساتھ غیرُ اللہ کو شریک ٹھہرایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کی اکثریت اللہ کے

عذاب میں مبتلا ہے۔ اسی لئے کہیں امن وسکون نظر نہیں آتا، بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے، باپ بیٹے سے بیزار ہے، بیٹا باپ کی عزت کرنے کو تیار نہیں، گھر گھر میں بے چینی کی سی کیفیت ہے، شہر شہر میں ہنگامے اور فسادات ہیں، ہر جگہ لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے، دنیا کی یہ ذلت اور بربادی اس دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ مرتے وقت ہی انسان کو اپنی اُخروی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا پتہ چل جاتا ہے اور یہ موت ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اگر معاملہ یہیں تک ہوتا کہ موت آتی، معاملہ تمام کردیا جاتا، انسان سے حساب و کتاب نہ لیا جانا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی کہ انسان جو چاہتا کرتا پھرتا، لیکن معاملہ یہ ہے کہ انسان سے اس کی زندگی کا حساب و کتاب لیا جانا ہے۔

اب فکر اس بات کی ہونی چاہیئے کہ انسانیت دو انجاموں میں سے ایک انجام سے دوچار ہونے والی ہے۔ شرک، کفر اور نفاق پر مرنے والوں کیلئے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے، جہاں پینے کیلئے جہنمیوں کے جسموں کی پیپ اور پگھلے ہوئے تانبے کی طرح شدید گرم پانی ہوگا جو اِن کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور ان کے کھانے کیلئے زقّوم ہے جو ان کے پیٹوں میں گرم پانی کی طرح کھولے گی، ان کے سروں پر گرم کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اس سے ان کے پیٹ کی چیزیں گل جائیں گی اور ان کے مارنے کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، اس میں وہ چیخیں اور چلّائیں گے، جہنم میں ان لوگوں کا لباس جہنم کی آگ کا ہوگا جب ان کے جسم کی ایک کھال جل جائے گی تو دوسری کھال بدل دی جائے گی تاکہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں، وہاں انہیں اس آگ کے اندر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہنا ہوگا وہاں انہیں نہ موت آئے گی کہ مرجائیں اور نہ ہی وہاں سے نکل سکیں گے اور نہ ان کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی اور نہ انہیں وہاں کوئی مہلت دی جائے گی۔ اگر کفر وشرک پر مرنے والا

انسان اپنی نجات کے لئے بدلہ میں زمین بھر کر سونا بھی دینا چاہے یا دنیا کا سارا مال و دولت، تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، اور قیامت کے دن خواہش کرے گا کہ عذاب سے بچنے کے لئے بدلہ میں اس کے بیٹے، بیوی، بھائی، خاندان اور ساری زمین کے لوگوں کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے مگر اسے بچالیا جائے، لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

دوسری طرف جنّت کی لازوال نعمتیں اور بہاریں ہیں جو اللہ نے اپنے ایمان دار بندوں کے لئے تیار کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدہ: ۱۷) ''کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے''۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''جنّت میں کمان کے برابر جگہ دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے'' (بخاری) جنّت میں انسان کو وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کرے گا، وہاں اُسے کبھی بھی موت نہ آئے گی نہ ہی اسے وہاں کوئی غم ہوگا اور نہ ہی کوئی پریشانی ہوگی۔ اب وقت ہے، زندگی کی مہلت ملی ہوئی ہے کہ اللہ کی توحید پر خالص ایمان لایا جائے اور اس کے ساتھ شرک کا رویّہ ترک کر دیا جائے، ایمان کی قدر کی جائے، کیوں کہ یہ دنیا کے سارے مال و دولت سے زیادہ قیمتی ہے بلکہ یہ ایمان اگر ساری زمین سونے سے بھری ہوئی ہو تو اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ہماری اس قوم کی اکثریت مادہ پرستی (Materialism) کا شکار ہے اس کی اکثریت دنیاوی مال و متاع پر مرمٹی جا رہی ہے، ان کی بے خوفی، بے حسی اور غفلت کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ انہیں ایمان کی قدر و قیمت اور آخرت کی زندگی کا احساس تک نہیں۔

ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا انسان حسرت سے کہے گا ﴿يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ﴾ ''اے کاش میں نے اپنی (ہمیشہ کی) زندگی کے لئے کچھ

آگے بھیجا ہوتا'' (الفجر:۲۴) جب اس کا اعمال نامہ اسے دیا جائے گا تو کہے گا: ﴿يٰلَيْتَنِيْ لَمْ أُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾﴾

''اے کاش مجھ کو میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے، اے کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) میرا کام تمام کر چکی ہوتی (آج) میرا امال میرے کچھ بھی کام نہ آیا، میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا (حکم ہوگا کہ) اسے پکڑ لو اور اس کی گردن میں طوق پہنا دو، پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو، پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو، یہ اللہ بلند و برتر پر ایمان نہ لاتا تھا'' (الحاقۃ:۲۵ تا ۳۳)

اللہ کے بندو! یہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان نہ لانے والوں کا ہوگا، موجودہ لوگوں کی اکثریت کی یہی حالت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ شرک کا رویہ بھی اختیار کئے ہوئے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے۔ ﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾﴾ ''ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں'' (یوسف:۱۰۶)

اللہ کے بندو! ہوش میں آ جاؤ، اپنی جان کے ساتھ دشمنی کا یہ رویہ اختیار نہ کرو، آباؤ اجداد، مولویوں اور پیروں کی اندھی تقلید سے بچ جاؤ عقل و فکر سے کام لو ورنہ یاد رکھو کہ......

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٠﴾﴾ (یونس:۱۰۰)
''اور جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر (کفر و ذلت) کی گندگی ڈال دیتا ہے''
دنیا میں غور و فکر اور عقل سے کام نہ لینے والے کہیں گے ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١٠﴾﴾ (الملک:۱۰) ''اگر ہم سنتے یا عقل (سمجھ) سے کام لیتے تو

دوزخیوں میں سے نہ ہوتے''۔

اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن حکیم کی ہر بات کو دل وجان سے مانا جائے اوراس کتاب کو غور وفکر کے ساتھ، سوچ سمجھ کراوراس کے معانی ومفہوم کو جانتے ہوئے مطالعہ کیا جائے یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے کلمہ گوافراد کی ایک بہت بڑی تعداد پڑھتی تک نہیں۔ جو پڑھتے ہیں وہ بھی بغیر سمجھے، دنیا میں کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جس کے ساتھ ایسا ظلم ڈھایا گیا ہواوراسے اس طرح پڑھا جاتا ہو۔ اللہ کے بندو! اگر نجات چاہتے ہوتو غرور وتکبر، ضد وہٹ دھرمی، آباؤ اجداد، برادری اور دوست واحباب کی ملامت کا خوف دل ودماغ سے نکال دو، صحیح ایمان اپنانے اورقبول کرنے کی راہ میں یہ بہت بڑی رکاوٹیں ہیں، فرقہ وارانہ ذہن سے پاک اور بالاتر ہوکر خلوص نیت اوردل کی گہرائیوں کے ساتھ، جنّت کی طلب اورجہنم سے بچاؤ کی خواہش لئے ہوئے اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَيَهْدِيٓ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾﴾

''اوراللہ اسے ہدایت پرلاتا ہے جواس کی طرف رجوع کرے'' (الرعد:٢٧)

ایمان کی اصلاح کے لئے اس کتاب کوسوالاً جواباً قرآن وسُنّت کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے، اس کتاب کوفرقہ ورانہ اورگروہی تعصب سے پاک خالی الذہن ہوکرغور وفکر سے پڑھیں، اپنے ایمان کی اصلاح کریں اور اپنی قیمتی رائے سے ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں، حق کا ساتھ دیں اور ہمارے قدم سے قدم ملاکرلوگوں کوکفر وشرک سے بچانے اوراعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہمارا ساتھ دیں۔ اگرآپ اس کتاب میں کوئی خامی یا غلطی محسوس کریں تواس سے ہمیں آگاہ فرمائیں، ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔

سوال ۱: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کوکس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کوصرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ۝۵۶﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کوصرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا'' (الذاریات:۵۶) اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کی جائے کہ اُس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرایا جائے۔

فرمایا: ﴿وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا﴾ ''اوراللہ ہی کی عبادت کرواوراس کے ساتھ کسی چیز کوشریک نہ ٹھہراؤ'' (النساء:۳۶)

سوال ۲: سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟

جواب سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

فرمایا: ﴿اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ۝۱۳﴾ ''یقیناشرک بہت بڑا ظلم ہے'' (لقمان: ۱۳)

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَنۡ تَدۡعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ'' کہ ''تو اللہ کے ساتھ کسی کوشریک ٹھہرائے حالاں کہ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے'' (متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ)

سوال ۳: شرک کیا ہے؟ کیا شرک کی حالت میں مرنے والا جنّت میں جا سکتا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، حقوق، اختیارات، احکامات اور معاملات میں کسی نبی، صدیق، شہید، ولی یا کسی اور ہستی کوشریک ٹھہرانا شرک کہلاتا ہے۔ شرک کی حالت میں مرنے والا جنّت میں نہیں جا سکتا، اس پر جنّت حرام کردی گئی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور اللہ کے ہاں اس کی کوئی بخشش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا۝۱۱۶﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا اس کے

علاوہ (دوسرے گناہوں کو) جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ گمراہی میں بہت دور جا پڑا" (النساء:۱۱۶)

﴿اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَـنَّةَ وَمَاۡوٰىهُ النَّارُ‌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ۝۷۲﴾ "بلاشبہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا پس تحقیق اللہ نے اس پر جنّت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں" (المائدہ:۷۲)

﴿وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّيۡرُ اَوۡ تَهۡوِىۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ﴾ "اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے وہ آسمان سے گر پڑا پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا کر پھینک دے" (الحج:۳۱)

سوال ۴: کیا کلمہ گو بھی شرک کرنے سے مشرک ہو جاتا ہے؟

جواب ہاں! کلمہ گو بھی شرک کرنے سے مشرک ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ۝۱۰۶﴾ "ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں" (یوسف:۱۰۶)

﴿وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُوۡنَ ۝۱۲۱﴾ "(اے اہل ایمان) اگر تم نے ان کی پیروی کی تو تم بھی مشرک ہوئے" (الانعام:۱۲۱)

لیکن بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ جس شخص نے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اقرار کر لیا وہ مسلم ہو گیا اب یہ شخص جو چاہے کرتا پھرے، قبروں کو پوجے، آستانوں پر جائے، تعویذ میں نفع یا نقصان پہنچانے کی تاثیر پر عقیدہ رکھے، جادو، "نظر بد"، تعزیے، دُلدل، گھوڑے کے نعل گائے کے سینگ، کڑے، چھلے، دھاگے پر عقیدہ رکھے، نبی کے بالوں اور جُبّہ میں نفع اور نقصان مانے، اللہ کے سوا کسی اور ہستی مثلاً کانے دجّال وغیرہ کو مُردوں کو زندہ کرنے، بارش برسانے اور غلہ اُگانے جیسی اُلوہیت کی صفات و اختیارات کا حامل مانے، نبی ﷺ

کو مدینہ والی قبر میں زندہ ماننے اور آپ ﷺ پر قبر میں صلوٰۃ وسلام اور اعمال وغیرہ پیش کئے جانے کا عقیدہ رکھے، غرض یہ کہ وہ کوئی بھی مشرکانہ فعل کرے۔ اس شخص کو مشرک نہیں کہہ سکتے یہ شخص مومن ومسلم ہے، مشرک تو صرف بنواسمٰعیل تھے یا ہندو ہے۔ یہ آج کا کلمہ پڑھنے والا اگر وہی عقائد رکھے جو مشرکین مکہ رکھتے تھے تو یہ مسلم ہے مشرک نہیں۔

ان کا استدلال یہ ہے کہ قرآن نے مشرکین کی اصطلاح صرف اہل مکہ اور عرب کے دیگر مشرکین کے لئے استعمال کی ہے۔ اور یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب کہا ہے، حالاں کہ ان کے عقائد بھی مشرکانہ ہی تھے، لیکن ان کو قرآن مجید میں اللہ نے مشرک کے لفظ سے مخاطب نہیں فرمایا۔ یہ استدلال علمی لحاظ سے اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا کیوں کہ نزول قرآن کے وقت جو فرقے تھے وہ ویسے تو سارے ہی کافر اور مشرک تھے، اللہ تعالیٰ سب کے لئے کفار ومشرکین کے الفاظ فرما سکتا تھا اور واقعات کے اعتبار سے یہ صحیح ہوتا لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود ونصاریٰ عقیدہ کے لحاظ سے مشرک نہیں تھے؟ اور صرف بتوں کے پجاری عرب ہی مشرکانہ عقائد کے حامل تھے؟ یقیناً یہ وجہ نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ یہود ونصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کی وضاحت خود قرآن نے کی ہے۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کو الٰہ (معبود) ماننا مشرکانہ عقیدہ نہیں ہے؟ کیا اللہ کی بابت یہ کہنا کہ وہ ''تین (الٰہوں) میں سے تیسرا ہے'' مشرکانہ عقیدہ نہیں ہے؟ عزیر اور مسیح علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دینا مشرکانہ عقیدہ نہیں ہے؟ اور کیا قرآن نے ان کے ان عقائد کو لفظ کفر سے تعبیر نہیں کیا ہے؟ اگر ان باتوں کا جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہے، کیوں کہ یہ سب کچھ قرآن میں مذکور ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ ان کے مذکورہ عقائد کی وجہ سے یہود ونصاریٰ کو مشرک اور کافر کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کافر کا لفظ تو ان کے لئے صراحتاً قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔ گویا اصل سوال یہ رہ گیا، انہیں مشرک کہا

جا سکتا ہے یا نہیں؟

ہمارا جواب یہ ہے کہ مذکورہ عقائد مشرکانہ ہیں، اس لئے ان عقائد کے حاملین بھی یقیناً اسی طرح مشرک ہیں جیسے لات وعُزّٰی کے پجاری مشرک تھے۔

اس کو ایک اور مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے۔قرآن میں ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ﴾ ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا، اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا'' (الحج:۱۷)

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان تمام گروہوں کا الگ الگ نام لیا، جو نزول قرآن کے وقت عرب یا اس کے قرب وجوار میں تھے اور امتیازی ناموں سے معروف تھے۔ان میں اہل ایمان اور یہود و نصاریٰ کے علاوہ صابئین اور مجوس کا نام بھی ہے، صابئین ، ملائکہ (فرشتوں)اور ستاروں کے پجاری تھے۔ مجوس ،سورج پرست اور آتش پرست تھے، بلکہ مجوس دو خالق مانتے تھے، ایک نور اور خیر کا خالق اور دوسرا ظلمت اور شر کا خالق ۔لیکن قرآن نے ان کا ذکر مشرکوں کے ساتھ نہیں کیا، بلکہ ان کے امتیازی نام سے ان کا ذکر کیا، صابئین کا بھی ان کے امتیازی نام سے ذکر کیا اور ان سب کا نام لینے کے بعد فرمایا، ((وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا))''اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا'' جب کہ صابئین بھی ستارہ پرست اور مجوس بھی سورج پرست و آتش پرست تھے اور اس اعتبار سے یقیناً یہ بھی پکے مشرک تھے،لیکن اس کے باوجود قرآن نے ان کا ذکر مشرکین سے الگ کیا۔کیا اس سے یہ استدلال صحیح ہوگا کہ صابئین اور مجوس مشرک نہیں ہیں یا انہیں مشرک نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ قرآن نے ان کے لئے مشرکین کی اصطلاح استعمال نہیں کی؟

اگر صابئین اور مجوس اپنے عقائد کے اعتبار سے مشرک ہیں اور انہیں مشرک کہا جا سکتا ہے، حالاں کہ قرآن نے انہیں مشرک نہیں کہا، بلکہ مشرکین سے الگ ان کا ذکر کیا ہے۔ تو یقیناً یہود و نصاریٰ کو بھی ان کے عقائد کی بنا پر مشرک کہا جا سکتا ہے، گو قرآن نے ان کا ذکر مشرکین سے الگ کیا ہے۔ کیوں کہ امتیاز کے لئے الگ الگ نام لینا ضروری تھا۔ اگر چہ ان کے شرک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا کیا ہے۔ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ ﴾ ''اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسٰی اللہ کا بیٹا ہے'' (التوبہ:۳۰)

اسی طرح دیکھئے فرمایا ﴿ اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾ ﴾ (التوبہ:۳۱) ''انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا الٰہ بنا لیا حالاں کہ اُن کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے''۔ ﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ ﴾ (التوبہ:۳۳) ''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کرے اگر چہ مشرک ناخوش ہی ہوں''۔ اسی طرح جو نام نہاد مسلمان مشرکانہ عقائد و اعمال میں مبتلا ہیں، وہ مسلمانوں میں شمار ہونے کے باوجود، مشرک کیوں نہیں ہو سکتے؟ یا انہیں مشرک کیوں نہیں کہا جا سکتا؟ جب کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو مشرک کہا ہے۔ ﴿وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿١٢١﴾ ﴾ ''(اے اہل ایمان) اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم بھی مشرک ہوئے'' (الانعام:۱۲۱)

سوال ۵: اگر والدین شرک کرنے کے لئے کہیں تو کیا ان کا یہ حکم مان لینا چاہیئے؟

جواب اگر والدین شرک کرنے کے لئے کہیں تو ان کا یہ حکم نہیں ماننا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾ ''اور اگر (تیرے والدین) تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور اس شخص کے راستہ کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہے'' (لقمان: ۱۵)

شرک کرنے کے لئے صرف والدین ہی نہیں بلکہ اگر بڑے سے بڑا مولوی، پیر، دوست، رشتہ دار یا کسی ملک کا کوئی حکمران بھی کہے تو صاف انکار کر دیا جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک پر مرنے والے کی بخشش نہیں ہوگی۔

(مزید حوالہ قرآن حکیم میں خود دیکھیں۔ العنکبوت: ۸)

سوال ٦: کیا غائبانہ مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جائے؟

جواب غائبانہ مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جائے غیرُ اللہ سے غائبانہ مدد مانگنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ''اور تمہارا رب کہتا ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری (دعا) کو قبول کرنے والا ہوں'' (المؤمن: ٦٠) ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٧﴾﴾ ''اور جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو یہ نہ تو تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں'' (الاعراف: ۱۹۷) ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ ''اور مدد کہیں سے نہیں آتی مگر اللہ کی طرف سے'' (الانفال: ۱۰)

صلوٰۃ کی ہر رکعت میں ہم اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

''(اے اللہ) ہم خالص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں'' (الفاتحہ:۵)

سوال ۷: کیا اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے؟

جواب ہاں اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے۔ قرآن حکیم میں ہے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۞﴾ ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے'' (طٰہٰ:۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے لیکن اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسے اس کی شان کے لائق ہے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط﴾ ''اور (اے انسانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے'' (الحدید:۴) ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ط﴾ ''اور وہ اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی'' (الانعام:۳)

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۞﴾ ''اور ہم انسان کی رگ جان سے زیادہ قریب ہیں'' (ق:۱۶) (مزید حوالہ کے لئے سورۃ الواقعہ آیت ۸۵، اور المجادلہ آیت ۷ دیکھئے)

سوال ۸: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کو عالم الغیب (غیب کا جاننے والا) اور ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا کیسا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کو عالم الغیب (غیب کا جاننے والا) اور ہر جگہ حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والا) سمجھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیئے کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا'' (النمل:۶۵)

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ ﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا

ہوں کہ میں ملک (فرشتہ) ہوں، میں تو اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف کی جاتی ہے" (الانعام:۵۰)

﴿وَلَوْ كُنتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝﴾ "اور اگر میں (محمد ﷺ) غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو (اپنے لئے) بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی میں تو مومنوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں" (الاعراف:۱۸۸)

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾

"اور اسی (اللہ) کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے خشکی اور تری کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے" (الانعام:۵۹)

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۭ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ڀ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ﴾ "اور تمھارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینہ والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں (اے نبی ﷺ) تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں" (التوبہ:۱۰۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام زندگی میں بھی ہر جگہ تو کیا مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں بھی ہر جگہ حاظر و ناظر نہ تھے۔ ذہن نشین رکھئے کہ ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ....﴾ سے حاضر و ناظر مراد لینا صحیح نہیں ہے قرآن حکیم میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا۔

﴿اَلَمۡ تَرَوۡا کَیۡفَ خَلَقَ اللّٰہُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے'' (نوح:۱۵) چناں چہ ((اَلَمۡ تَرَ)) کو اگر نبی ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی دلیل بنایا جاتا ہے تو پھر مذکورہ آیت میں نوح علیہ السلام کی قوم کو بھی حاضر و ناظر ماننا پڑے گا جو کہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوگا اور بہت سی قرآنی آیات کا انکار لازم آئے گا۔

مزید حوالہ جات قرآن حکیم میں خود دیکھیں (یٰسین:۳۱، حدید:۴، الانعام:۵۹، المائدہ:۱۰۹)

سوال ۹: کیا کسی نبی، صدیق، شہید، ولی یا کسی اور ہستی کو نفع و نقصان کا کوئی اختیار ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی، صدیق، شہید، ولی یا کسی اور ہستی کو نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿قُلۡ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دو کہ میں تمہارے لئے نقصان اور بھلائی (نفع) کا کچھ اختیار نہیں رکھتا'' (الجن:۲۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے پاس نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں۔ ﴿قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِکُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دو کہ میں اپنے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا سوائے اس کے جو اللہ چاہے'' (الاعراف:۱۸۸) ﴿قُلۡ اَفَاتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لِاَنۡفُسِہِمۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دو کیا تم نے اللہ کے سوا اور اولیاء بنا لئے ہیں جو اپنے لئے بھی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتے'' (الرعد:۱۶)

سوال ۱۰: کیا محمد ﷺ کے قبضہ میں اللہ کے خزانے ہیں اور وہ جھولیاں بھر کر دیتے ہیں؟

جواب محمد ﷺ کے قبضہ میں اللہ کے خزانے نہیں ہیں اور نہ وہ جھولیاں بھر کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے پاس ہیں'' (المنافقون:۷) ﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا

خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ ''اور ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم ان کو مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں'' (الحجر:۲۱)

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں'' (الانعام:۵۰)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کے خزانے اللہ ہی کے پاس ہیں۔

سوال ۱۱: کائنات کا مشکل کشا کون ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مشکل کشا سمجھنا درست ہے؟

جواب کائنات کا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مشکل کشا سمجھنا شرک ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ﴾ ''اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اُس کے سوا اس (تکلیف) کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر (وہ) تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اُس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں'' (یونس:۱۰۷)

﴿قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾﴾

''کہہ دو اللہ ہی تم کو اس (تنگی) سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو'' (الانعام:۶۴) (مزید حوالہ خود دیکھئے۔النمل:۶۲)

سوال ۱۲: کیا اللہ کے سوا کوئی کائنات کا مولیٰ ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کائنات کا مولیٰ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾﴾ ''بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ (کارساز) ہے اور (وہ سب سے) بہتر مدد کرنے والا ہے'' (آل عمران:۱۵۰) غزوۂ احد کے موقع پر کفار کی طرف سے ابوسفیان (جو کہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے) نے کہا کہ ''لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى

لَکُمْ ‘‘ کہ ’’ہمارے لئے عُزّٰی ہے اور تمہارے لئے عُزّٰی نہیں‘‘ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’اُجِیْبُوْہُ‘‘ ’’اس کو جواب دو‘‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا ’’مَانَقُوْلُ؟‘‘ ’’ہم کیا کہیں؟‘‘ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ’’قولوا اللّٰہ مولانا ولا مولٰی لکم‘‘ ’’کہو اللہ ہمارا مولا (حامی و مددگار) ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں‘‘ (بخاری جلد: ۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی غلام اپنے آقا کو ’’میرا مولٰی‘‘ نہ کہے کیوں کہ تمہارا مولٰی اللہ تعالیٰ ہے (مسلم) یہ بات ذہن نشین رکھئے بعض مقامات پر لفظ ’’مولٰی‘‘ غیر اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ لفظ مولٰی جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنیٰ مافوق الاسباب کارساز، مددگار، مشکل کشا ہوتا ہے لیکن جب یہی لفظ مولٰی غیر اللہ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس معنیٰ و مفہوم کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ وہاں وہ معانی مراد ہیں جو غیر اللہ کے لئے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً دوست، آزاد کردہ غلام وغیرہ۔

سوال ۱۳: کیا اللہ کے سوا کوئی کائنات کا غوث، داتا، دستگیر اور غریب نواز ہے؟

جواب اللہ کے سوا کوئی کائنات کا غوث، داتا، دستگیر اور غریب نواز نہیں، یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

غوث کے معنی ہیں	’’فریادوں کا سننے والا اور فریادوں کو پہنچنے والا‘‘
داتا کا مطلب ہے	’’سب کچھ دینے والا‘‘
دستگیر کا مطلب ہے	’’مصیبت کے وقت تھامنے والا‘‘
غریب نواز کا مطلب ہے	’’تمام غریبوں کو نوازنے والا‘‘

قرآن حکیم میں ہے ﴿اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ﴾ (الانفال: ۹) ’’(اے اہل ایمان) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس (اللہ) نے تمہاری فریاد قبول فرمائی‘‘۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات کا غوث اور فریاد رس صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''بے شک تو ہی بڑا عطا کرنے والا ہے'' (آل عمران:۸)
اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات والوں کا داتا یعنی سب کچھ دینے والا اور عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ ''بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے'' (النمل:۶۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات والوں کا دستگیر یعنی مصیبت کو دور کرنے والا اور مصیبت کے وقت تھامنے والا صرف اللہ ہی ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ﴾ (فاطر:۱۵) ''اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج و فقیر ہو''۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کے سارے انسان اللہ ہی کے محتاج ہیں۔ سب انسانوں کا غریب نواز یعنی سب کو نوازنے اور عطا کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

سوال ۱۴: کیا اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا درست ہے؟

جواب اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا شرک ہے، جیسے نبی کی قسم، ولی یا فلاں بابا، پیر کی قسم، قرآن کی قسم، سر کی قسم، ماں کی قسم وغیرہ۔ کیوں کہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کی کھائی جاتی ہے یہ حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے مخلوق میں سے کسی کا بھی یہ حق نہیں کہ اس کی قسم کھائی جائے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قسم کھائے تو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے'' (متفق علیہ) ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ'' ''جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا'' (ابوداؤد)
رہی قرآن کی قسم تو اس کا بھی قرآن وسنت سے کوئی ثبوت نہیں۔

سوال ۱۵: قبر والوں کو پکارنا، قبروں کو پختہ بنانا اور ان پر گنبد بنانا کیسا ہے؟

جواب قبر والوں کو پکارنا، قبروں کو پختہ بنانا اور ان پر گنبد بنانا منع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ

اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ ''اور اللہ کے سوا ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا'' (یونس:۱۰۶) ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا'' (الجن:۲۰) ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ ''یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے (ملائکہ) جان نکالنے آئیں گے تو کہیں گے کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ وہ ہم سے گم ہو گئے اور اقرار کریں گے کہ بے شک وہ کافر تھے'' (الاعراف:۳۷)

مذکورہ بالا تمام آیات سے واضح ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا صریح شرک اور گمراہی ہے۔ نیز اللہ کے نبی ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر گنبد بنانے سے منع فرمایا ہے۔ قبروں پر گنبد اس لئے بنائے جاتے ہیں کہ مشکلات اور حاجات کے وقت صاحبِ قبر کو پکارا جائے، مراقبہ اور چلہ کشی کے لئے وہاں بیٹھا جائے۔ ''عن جابر قال نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ'' جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے، اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (مسلم کتاب الجنائز)

سوال ۱۶: کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ اولیاء اللہ کو موت نہیں آتی؟

جواب یہ عقیدہ رکھنا کہ اولیاء اللہ کو موت نہیں آتی' قرآنی آیات کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ﴾ ''(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی بشر کو ہمیشگی

نہیں دی، بھلا اگر آپ مرجائیں تو کیا یہ (لوگ) ہمیشہ (زندہ) رہیں گے۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' (الانبیاء: ۳۴،۳۵)

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۝۳۰ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۝۳۱﴾ ''بے شک (اے نبی ﷺ) آپ کو بھی موت آنی ہے اور ان کو بھی موت آنی ہے۔ پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے'' (الزمر: ۳۰،۳۱)

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۝۲۶﴾ ''جو (مخلوق) زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے'' (الرحمٰن: ۲۶)

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ ''اس (اللہ) کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے'' (القصص: ۸۸)

سوال ۱۷: کیا تقرّب حاصل کرنے کے لئے قبروں اور مزاروں کا طواف کرنا صحیح ہے؟

جواب تقرّب حاصل کرنے کے لئے قبروں اور مزاروں کا طواف کرنا صحیح نہیں، طواف تو صرف بیت اللہ کا کرنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۝۲۹﴾ ''اور (لوگ) قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں'' (الحج: ۲۹)

سوال ۱۸: کیا مردے ہماری پکار سنتے ہیں؟

جواب مردے ہماری پکار قطعاً نہیں سنتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۝۵﴾ ''اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارے، جو قیامت تک اُسے جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں'' (الاحقاف: ۵)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝۱۹۴ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ ---۝۱۹۵﴾ ''بلا شبہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ تمہاری ہی طرح بندے ہیں (اچھا) تم ان کو پکارو اگر سچے ہو، تو چاہیئے کہ وہ تم

کو جواب بھی دیں، کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں، یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں؟'' (الاعراف: ۱۹۵۔۱۹۴)

اس آیت سے ثابت ہوا، جن فوت شدہ ہستیوں کو پکارا جا رہا ہے، اب ان کے وہ پاؤں نہ رہے جن سے یہ چلا کرتے تھے اور وہ ہاتھ نہ رہے جن سے یہ پکڑا کرتے تھے اور وہ آنکھیں نہ رہیں جن سے دیکھا کرتے تھے اور وہ کان نہ رہے جن سے سنا کرتے تھے۔

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝١٣ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ﴾

''جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی (کسی چیز) کا اختیار نہیں رکھتے اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے'' (فاطر: ۱۳، ۱۴) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے مُردوں کے سننے کا رد کیا اور بطور دلیل دو آیات تلاوت فرمائیں۔ ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٢٢﴾ ''(اے نبی ﷺ) بے شک آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے'' (فاطر: ۲۲) ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ ''(اے نبی ﷺ) بے شک آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے'' (النمل: ۸۰) (بخاری و مسلم کتاب الجنائز)

ان آیات اور حدیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ ہستیاں قیامت تک اپنے پکارنے والوں کو جواب نہیں دے سکتیں کیوں کہ وہ اُن کی پکار سے بے خبر ہیں۔

سوال ۱۹: کیا فوت شدہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اپنے پجاریوں کی عبادات، پکار، ان کی نذر و نیاز اور ان کے حالات سے باخبر ہیں؟

جواب فوت شدہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اپنے پجاریوں کی عبادات، پکار، ان کی نذر و نیاز اور ان کے حالات سے بے خبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا

ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾

''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تو ہم ان میں جدائی ڈال دیں گے اور ان کے شریک (ان سے) کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے پس ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے'' (یونس:۲۸۔۲۹)

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۶﴾﴾ ''اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارے، جو قیامت تک اُسے جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں۔ اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ اپنے (پجاریوں) کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے'' (الاحقاف:۵،۶) ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۖ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾﴾ ''جس دن اللہ سب رسولوں کو جمع کرے گا پھر کہے گا تمہیں کیا جواب ملا تھا؟ وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں بے شک تو ہی غیب کی باتوں سے واقف ہے'' (المائدہ:۱۰۹)

اوپر بیان کی گئی آیات سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو مرنے کے بعد اپنی کی جانے والی عبادات، نذر و نیاز اور پکار کا قطعاً کچھ بھی علم نہیں۔

سوال ۲۰: کیا غیر اللہ کی نذر ماننا درست ہے؟

جواب غیر اللہ کی نذر ماننا درست نہیں۔ نذر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مانی جا سکتی ہے۔ قرآن

حکیم میں ہے ﴿اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَكَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۵﴾﴾

''جب عمران کی عورت نے کہا کہ اے میرے رب میں اس (بچّہ) کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں (اسے دنیا کے کاموں سے) آزاد رکھوں گی، پس (اسے) میری طرف سے قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے'' (آل عمران: ۳۵)

سوال ۲۱: غیر اللہ کی نذر و نیاز دینا کیسا ہے؟

جواب غیر اللہ کی نذر و نیاز دینا حرام ہے، جیسے عبدالقادر جیلانی کے نام کی گیارہویں، جعفر صادق کے نام کے کونڈے، حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے نام کی نیاز، نبی ﷺ کی نیاز، کسی قبر پر چادر چڑھانا، دیگ چڑھانا، محرّم کی سبیل، بارہ ربیع الاوّل کی نیاز، بی بی کی صحنک اور کسی پیر یا ولی کے نام پر کوئی جانور ذبح کرنا وغیرہ۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿حُرِّمَتۡ عَلَیۡكُمُ الۡمَیۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ ''حرام کر دیا گیا ہے تم پر مرا ہوا جانور (بہتا) لہو، سوّر کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے'' (المائدہ: ۳) ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡكُمُ الۡمَیۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیۡرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۷۳﴾﴾ ''بے شک اس (اللہ) نے تم پر مرا ہوا جانور (بہتا) لہو، سوّر کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے، ہاں! جو ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور نہ اسے عادت بنائے، اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے'' (البقرۃ: ۱۷۳)

نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کرنا، کوئی جانور ذبح کرنا اور منّت ماننا شرک ہے۔

(مزید حوالہ جات قرآن حکیم میں خود دیکھیں۔ الانعام:۶ ۱۳۶، ۱۴۵، النحل:۵۶، ۱۱۵)

سوال ۲۲: کیا غیر اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے جانور ذبح کیا جا سکتا ہے؟

جواب غیر اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے جانور ذبح نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان کے نام پر کسی جانور کی قربانی کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲﴾ ''پس اپنے رب کے لئے صلوٰۃ (نماز) ادا کرو اور قربانی کیا کرو'' (الکوثر: ۲)

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۱۶۲﴾

''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے کہ میری صلوٰۃ (نماز) میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے'' (الانعام: ۱۶۲)

اوپر بیان کی گئی دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ جانور کی قربانی کرنا (جانور ذبح کرنا) صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ ''اور جو (جانور) کسی آستانہ (تھان) پر ذبح کیا جائے (حرام ہے)'' (المائدہ: ۳) اس آیت میں لفظ ''نصب'' استعمال کیا گیا ہے، جس سے مراد وہ تمام مقامات ہیں جسے لوگوں نے غیر اللہ کی نذر و نیاز چڑھانے کے لئے مخصوص کر رکھا ہو ہماری زبان میں اس کا ہم معنی لفظ آستانہ یا تھان (استھان) ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا، اس پر لعنت ہے۔ (مسلم)

سوال ۲۳: مُردوں کے ایصال ثواب کے لئے قرآن حکیم پڑھ کر بخشنا، فاتحہ خوانی کرنا، تیجہ ساتہ اور چالیسواں کرنا یا مالی اور بدنی عبادت کا ثواب بخشنا کیسا ہے؟

جواب میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن حکیم پڑھ کر بخشنا، فاتحہ خوانی کرنا، تیجہ، ساتہ اور چالیسواں کرنا یا مالی اور بدنی عبادت کا ثواب بخشنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس کا ثبوت قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ سے نہیں ملتا بلکہ اس عقیدہ سے قرآنی آیات اور احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی غور طلب بات یہ ہے کہ کیا کسی کے نیک

عمل کا ثواب کسی کو مل سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ کراماً کاتبین ہمارے اعمال وافعال تحریر کرتے ہیں ثواب وعذاب تحریر نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ﴾ ''بے شک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے اور ان کے نشانات پیچھے رہ گئے ہم ان کو لکھ لیتے ہیں'' (یٰسین: ۱۲)

پس اس لحاظ سے ''ایصال ثواب'' کی اصطلاح ایک غلط اصطلاح ہے اوراس اصطلاح کا قرآن وسنت میں کہیں ذکر نہیں ہے حالاں کہ ''ایصال'' اور ''ثواب'' عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیئے تھا کہ اس کو ''ایصال عمل'' کا نام دیتے حالاں کہ آج تک کسی نے اس فرضی ایصال کو ''ایصال عمل'' کا نام نہیں دیا اور نہ ہی اسکا کوئی دلدادہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اپنے اعمال ایصال کرر ہے ہیں۔

کوئی شخص بھی اپنا نیک یا برا عمل کسی زندہ یا مُردے کو منتقل نہیں کرسکتا کیوں کہ ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس ومبتلا، جکڑا اور پھنسا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿كُلُّ امْرِیٍٔ ۢ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ۝۲۱﴾ ''ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے'' (طور: ۲۱) ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَیْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝۴۶﴾ ''جو نیک عمل کرے گا تو اپنی جان ہی کے لئے کرے گا اور جو برائی کرے گا تو اس کا بوجھ اسی پر ہوگا اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں'' (حٰم السجدہ: ۴۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی نیک عمل کرتا ہے تو صرف اپنی جان کے لئے ہی کرتا ہے کسی دوسرے کو وہ نیک عمل منتقل نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر کسی نیک یا کسی برے عمل میں اس کا کوئی عمل دخل ہو تو اسے اس کے ثواب اور عذاب میں سے ضرور حصہ ملے گا۔

﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝۳۸﴾ ''کوئی شخص کسی دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں

اٹھائے گا'' (النجم:۳۸) ﴿وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝۳۹﴾ ''اور یہ کہ انسان کے لئے صرف وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی'' (النجم:۳۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو اپنی کوشش یا عمل کا بدلہ ملے گا کسی دوسرے کی کوشش یا عمل کا بدلہ اسے قطعاً نہ دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے لیکن سوائے تین قسم کے اعمال کے۔ صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے، نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے'' (مسلم) یہ تینوں چیزیں بھی درحقیقت مرنے والے ہی کی سعی، اس کی کوشش اور اس کا عمل ہیں کسی اور کا عمل اسے منتقل نہیں ہو رہا، ان میں پہلی چیز صدقہ جاریہ ہے، یہ بھی انسان کا اپنی زندگی میں کیا ہوا عمل ہے کسی دوسرے کا کیا ہوا نہیں، ایسا صدقہ جس میں مرنے والے کا کوئی عمل دخل اور نیت نہ ہو قطعاً اسے وہ عمل نہیں پہنچ سکتا۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میری والدہ وفات پا گئی ہے میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کرنا چاہتا ہوں تو نبی ﷺ نے پوچھا کیا تیری ماں نے صدقہ کرنے کے لئے کہا تھا؟ اس نے کہا نہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا ایسا مت کر (مسند احمد: ج:۴، ص:۱۵۷)

فوت شدہ یا زندہ مومنین کے لئے مغفرت کی دعا کرنا صحیح ہے۔ مرنے والا اگر شریعت کے مطابق وصیت کرے تو اس کی وصیت کو پورا کرنا چاہیئے اگر میت کے ذمہ قرض ہے تو وہ ادا کر دیا جائے پھر اس کے بعد اس کی وراثت تقسیم کی جائے۔ قرآن حکیم میں ہے ﴿مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ﴾ ''(یہ تقسیم ترکہ میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اس کے ذمہ ہو عمل میں آئے گی)'' (النساء:۱۱)

باقی کچھ روایات ''ایصال ثواب'' کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں ان روایات

میں کچھ موضوع (گھڑی ہوئی) اور ضعیف ہیں اور بعض کا تعلق قرض اور وصیت سے ہے سنن ابوداؤداور جامع ترمذی سے میت کی طرف سے قربانی کے ثبوت کے لئے علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک روایت بیان کی جاتی ہے جو نا قابل اعتبار ہے کیوں کہ اس روایت میں مجہول ضعیف اور شیعہ راوی موجود ہیں۔

واضح رہے کہ دعا اور ایصال ثواب ایک چیز نہیں ہے، دعا زندوں اور مُردوں دونوں کے لئے عام ہے جب کہ ''ایصال ثواب'' صرف مُردوں کے لئے مخصوص ہے، دعا میں اللہ تعالیٰ سے درخواست اور التجا کی جاتی ہے اپنا عمل کسی کو منتقل نہیں کیا جاتا جب کہ ایصال ثواب میں اپنا ثواب یا عمل مُردے کو منتقل کیا جاتا ہے۔

سوال ۲۴: کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ فوت شدہ نبی، ولی یا دوسری ہستیاں ہماری دعا و پکار سن کر اللہ کے ہاں سفارش کر دیتی ہیں؟

جواب یہ عقیدہ رکھنا کہ فوت شدہ نبی، ولی یا دوسری ہستیاں ہماری دعا و پکار سن کر اللہ کے ہاں سفارش کر دیتی ہیں شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ ...... سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ ﴾ ''اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ان کی عبادت کر رہے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرنے والے ہیں.........وہ سبحان (پاک) ہے اور بلند و بالا ہے اس شرک سے جو یہ کرتے ہیں'' (یونس:۱۸)

سوال ۲۵: کیا دنیاوی کاموں میں زندوں سے سفارش کرائی جا سکتی ہے؟

جواب اچھے کاموں میں زندوں سے سفارش کرائی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ مَّن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا ۖ وَمَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ ﴾ ''جو شخص بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے

حصہ پائے گا، جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا'' (النساء:۸۵)

سوال ۲۶: کیا دعا کرتے وقت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے ناموں کا واسطہ دینا درست ہے؟

جواب دعا کرتے وقت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے ناموں کا واسطہ دینا درست نہیں، مثلاً بحق فلاں، بحرمت فلاں، بواسطہ فلاں وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ''اور اللہ کے بہترین نام ہیں اُسے اُس کے ناموں سے پکارا کرو'' (الاعراف:۱۸۰) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا اس کے اسمائے حسنیٰ سے کی جائے۔ قرآن حکیم میں غیر اللہ کے واسطے وسیلہ سے دعا کرنے (یعنی یہ کہنا کہ اے اللہ بحرمت فلاں، بواسطہ فلاں نبی یا ولی میری دعا قبول فرما) کا کوئی ذکر نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست دعا کرنے کا ذکر ہے۔

دیکھئے چند قرآنی دعائیں (البقرہ:۲۰۱، آل عمران:۸ اور ۳۸، الاعراف:۲۳)

سوال ۲۷: کیا آدم علیہ السلام کی دعا محمد ﷺ کے وسیلہ سے قبول ہوئی تھی؟

جواب یہ عقیدہ رکھنا کہ ''آدم علیہ السلام کی دعا محمد ﷺ کے وسیلہ سے قبول ہوئی تھی'' قرآنی آیات کا انکار ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کے بارے میں یوں ارشاد فرماتا ہے ﴿فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾﴾ ''پس آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے اس کا قصور معاف کر دیا، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے'' (البقرہ:۳۷) وہ دعا جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سکھائی اور جس کے ذریعہ توبہ قبول ہوئی وہ یہ ہے ﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾﴾ ''دونوں (آدم وحوّا) نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم خسارہ

پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' (الاعراف: ۲۳)

رہیں وہ روایات جن میں آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہو جانے اور ان کی توبہ کی قبولیت محمد ﷺ کے وسیلہ سے ہوئی، بیان کی جاتی ہیں، وہ سب کی سب ضعیف اور موضوع (گھڑی ہوئی) ہیں۔ان کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں، ان روایات کی سند کا دارو مدار عبدالرحمن بن زید بن اسلم پر ہے، جو کہ ضعیف راوی ہے۔اس کو بخاری، احمد، ابن معین، ابوحاتم، نسائی اور ابوداؤد نے ضعیف کہا ہے۔۔۔۔امام حاکم اور ابونعیم نے کہا ہے کہ یہ اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا (تہذیب التہذیب جلد ٦)

سوال ۲۸: کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ اگر محمد ﷺ پیدا نہ کئے جاتے تو کچھ بھی پیدا نہ ہوتا؟

جواب یہ عقیدہ رکھنا کہ ''اگر محمد ﷺ پیدا نہ کئے جاتے تو کچھ بھی پیدا نہ ہوتا'' قرآنی آیات کا انکار ہے اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا'' (الذٰریٰت: ۵٦) زمین میں جتنی بھی چیزیں ہیں وہ محمد ﷺ سمیت سب لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں صرف نبی ﷺ کی وجہ سے پیدا نہیں کی گئیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ ''وہی (اللہ) تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے (یعنی سب انسانوں کے لئے) پیدا کیں'' (البقرہ: ۲۹) اس بارے میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ (لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ) (اگر آپ (ﷺ) نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا) یہ روایت موضوع (گھڑی ہوئی) ہے اس روایت کی سند کا ایک راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہے، جو کہ ضعیف راوی ہے۔اس کو بخاری، احمد، ابن معین، ابوحاتم، نسائی اور ابوداؤد نے ضعیف کہا ہے……امام حاکم اور ابونعیم نے کہا ہے کہ

یہ اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا (تہذیب التہذیب جلد ٦)

سوال ٢٩: یہ کہنا کہ ''جس طرح بادشاہ سے براہ راست نہیں ملا جا سکتا بلکہ مشیر اور وزیر سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ہم ان بزرگوں کو اللہ کے ہاں واسطہ بناتے ہیں'' اس میں کیا حرج ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کے بارے میں دنیاوی مثالیں بیان کرنا منع ہے جس طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ سے ملنا ہو تو پہلے وزیر یا مشیر سے ملنا پڑتا ہے، تھانہ دار سے بات کرنا ہو تو پہلے سپاہی سے رابطہ کرنا پڑتا ہے وغیرہ...... اللہ تعالیٰ کی ذات ایسے واسطوں اور وسیلوں سے بہت بلند ہے وہ اپنے فضل و کرم سے سب کی دعا و پکار سنتا ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں وزیر، بادشاہ اور اسی قسم کی دوسری مثالیں بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝۷۴﴾
''پس اللہ کے بارے میں مثالیں بیان نہ کرو، بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (النحل:٧٤)

سوال ٣٠: کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ ''اللہ تعالیٰ براہ راست ہماری دعا و پکار نہیں سنتا''؟

جواب یہ عقیدہ رکھنا کہ ''اللہ تعالیٰ براہ راست ہماری دعا و پکار نہیں سنتا'' قرآنی آیات کا انکار ہے۔ ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ ''(اے نبی ﷺ) جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں (تو انہیں بتا دو) کہ میں ان سے قریب ہی ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو سنتا اور جواب دیتا ہوں لہٰذا انہیں چاہیئے کہ میرے احکامات کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پالیں'' (البقرہ:١٨٦)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۝۱۶﴾ ''اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل

میں گزرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں" (ق:۱۶)

سوال ۱۳۱: کیا کوئی نبی یا ولی اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کا کوئی اختیار رکھتا ہے؟

جواب کوئی نبی یا ولی اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۝﴾ (البقرہ:۴۸) "اور اس دن (کے عذاب) سے ڈرو جب کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے اور نہ کسی کی سفارش منظور کی جائے اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے اور نہ لوگ (کسی اور طرح) مدد حاصل کر سکیں" ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝﴾ "اے ایمان والو جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہو اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں" (البقرۃ:۲۵۴) ﴿لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ...... ۝﴾ (الانعام:۵۱) "اس کے سوا نہ تو ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا" ﴿لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ﴾ (الانعام:۷۰) "(اس روز) اللہ کے سوا نہ تو کوئی اس کا دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا۔" ﴿وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۝﴾ "ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے (شفیع اور ہمارے) شریک ہیں۔ (آج) تمہارے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو گئے اور جو دعوے تم کیا کرتے تھے سب جاتے رہے" (الانعام:۹۴) ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ۝﴾ (الشعراء:۱۰۰) "تو (آج) نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے"

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (السجدہ:۴)
''اس کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ سفارش کرنے والا۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟
''﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ ''(الزمر:۴۴)''کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ (المؤمن:۱۸)
''ظالموں کا کوئی دوست نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے''﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ﴾ (المدثر:۴۸)''سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے حق میں کچھ فائدہ نہ دے گی''۔

سوال ۳۲: شفاعت باذن اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: سوال نمبر ۳۱ کے جواب میں جو آیات دی گئی ہیں ان آیات میں شفاعت کی نفی کی گئی ہے لیکن قرآن میں کچھ آیات ایسی ہیں جن میں شفاعت کو اللہ کے اذن کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ﴾ (البقرۃ:۲۵۵)''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے''﴿مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ﴾ (یونس:۳)''کوئی (اس کے پاس) اس کا اذن حاصل کیے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتا''﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾ (طٰہٰ:۱۰۹)''اس روز (کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے''﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ (النجم:۲۶)''اور آسمانوں میں بہت سے ملائکہ ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لئے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے''۔

قرآن کریم میں غور وفکر کرنے سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے۔قیامت کے دن کسی کافر، ظالم، مشرک، منافق اور مجرم کی شفاعت نہیں ہوگی۔

قیامت کے دن جن لوگوں کو کلام کی اجازت ملے گی وہ حق اور درست بات کہیں گے۔ان قرآنی آیات میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت باذن اللہ سے مراد مومن کے حق میں دعاء مغفرت ہے۔سورۂ نجم کی آیت ۲۶ دیکھئے آیت کے پہلے حصہ میں ملائکہ سے شفاعت کی نفی کی گئی ہے۔لیکن آیت کے دوسرے حصہ میں شفاعت کو اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ مشروط کردیا گیا ہے۔شفاعت باذن اللہ کو سمجھنے کے لئے سورۂ مومن کی آیت ۷ دیکھئے اس آیت میں شفاعت باذن اللہ کی تفصیل موجود ہے۔ایک یہ کہ شفاعت سے مراد دعا ہے، دوسرا یہ کہ ملائکہ شفاعت ان لوگوں کی کریں گے جو ایمان لائے، گناہوں سے توبہ کی اور پوری زندگی اللہ کی کتاب کی پیروی میں گزاری۔دیکھئے سورۂ مومن کی آیت ۷ ﴿۔۔۔۔وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ ۔﴾ ''اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔'' ﴿۔۔۔فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۷﴾ ''تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستہ پر چلے ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچالے''

سوال ۳۳: کیا آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام بشر اور انسان ہی تھے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک جتنے بھی انبیاء علیہم السلام بھیجے وہ سب کے سب بشر اور انسان ہی تھے۔انسانوں کے لئے انسان ہی نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی انسانوں کے لئے کسی ملائکہ یا جن کو رسول بنا کر نہیں بھیجا، اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝۹۵﴾ ''(اے نبی ﷺ)

کہہ دو کہ اگر زمین میں ملائکہ (فرشتے) ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے اور آرام کرتے (یعنی بستے) تو ہم ان کے پاس ملک (فرشتہ) کو رسول بنا کر بھیجتے"(بنی اسرائیل:۹۵) چوں کہ زمین پر بشر آباد ہیں لہٰذا ان کے لئے بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا...... اللہ کے رسولوں نے اپنی قوم کو صاف صاف الفاظ میں کہا ہے کہ "ہم تمہارے ہی جیسے بشر ہیں" ...... جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں یوں دی ہے ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط﴾ "رسولوں نے ان کو کہا ہم تمہارے ہی جیسے بشر ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوت کا) احسان کرتا ہے" (ابراھیم:۱۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی (محمد ﷺ) سے بھی اعلان کروایا کہ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ﴾ "کہہ دیجیئے کہ میں (محمد ﷺ) تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (لیکن) میری طرف وحی کی جاتی ہے" (حٰم السجدہ:٦، کہف:۱۱۰) ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٣﴾﴾ "(اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے میرا رب سبحان (پاک) ہے میں تو صرف ایک بشر اور رسول ہوں" (بنی اسرائیل: ۹۳)

محمد ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نور کا بنا ہوا سمجھنا اور ان کو بشر اور انسان نہ سمجھنا آیات قرآنی کا کھلا انکار ہے۔

سوال ۳۴: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾ سے مراد نور ھدایت ہے، جیسا کہ آیت میں مذکور ہے ﴿يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط﴾ "اللہ اپنے نور سے جس کے لئے چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے" (النور:۳۵)

ایک ھدایت فطری ہے جو ابتدائے تخلیق کے وقت انسان کے قلب میں رکھا جاتا

ہے وہ مومن کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر انسان کے فطرت اور جبلت میں وہ نور ھدایت رکھا جاتا ہے اسی کا یہ اثر دنیا کی ہر قوم، ہر خطہ اور ہر مذہب کے لوگوں میں مشاھدہ کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی ذات اور اس کی عظیم قوت کو فطرتاً مانتا ہے۔ اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کے تصور و تعبیر میں خواہ کیسی ہی غلطیاں کرتا ہو، مگر اللہ تعالیٰ کے نفسِ ذات کا ہر انسان فطرتاً قائل ہوتا ہے۔

﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ ﴾ ''اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو بنایا ہے'' (الروم: ۳۰) ﴿ رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۝۵۰ ﴾ ''رب ہمارا وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت دی پھر راہ دکھائی'' (طٰہٰ: ۵۰)

دوسری ھدایت وہ ہے جو وحی سے حاصل ہوتی ہے جسے قرآن میں نور کہا گیا ہے۔ ﴿ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝۱۷۴ ﴾ ''اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور اتارا ہے'' (النساء: ۱۷۴) ﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ ﴾ ''جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہوتا ہے'' (الزمر: ۲۲)

آیت مذکورہ سے یہ معنی اخذ کرنا کہ اللہ کی ذات نور کی بنی ہوئی ہے، صحیح نہیں اس لئے کہ نور اس کی مخلوق ہے اور وہ نور کا خالق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ۬ ﴾ ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے زمین اور آسمان، اندھیرا اور نور پیدا کیا'' (الانعام: ۱)

سوال ۳۵: کیا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ محمد ﷺ نورٌ مّن نور اللہ یعنی اللہ کے نور سے ایک نور جدا ہوئے ہیں یا اللہ نے اپنے نور سے ایک ٹکڑا کاٹ کر محمد ﷺ، شیخین اور پنج تن کو بنایا ہے؟

جواب یہ عقیدہ رکھنا کہ محمد ﷺ نورٌ من نور اللہ یعنی اللہ کے نور سے ایک نور جدا ہوئے ہیں یا اللہ نے اپنے نور سے ایک ٹکڑا کاٹ کر محمد ﷺ، شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) اور پنج تن کو بنایا

ہے، کھلا کفر اور شرک ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں سے کوئی بھی پیدا یا جدا نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣﴾ ''نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا'' (اخلاص:۳) یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نور کا بنا ہوا نہیں ہے کیوں کہ جو چیز بنی ہوئی ہوتی ہے اس کا شمار مخلوق میں ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝٦٢﴾ (الزمر:۶۲) ''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق (پیدا کرنے والا) ہے اور وہی ہر چیز کا نگراں ہے''۔ اللہ تعالیٰ کو نور کا بنا ہوا سمجھنا کھلا کفر اور یہ سمجھنا کہ محمد ﷺ اللہ کے نور کا ٹکڑا ہیں کھلا شرک ہے۔

سوال ۳۶: ''نعت رسول'' میں محمد ﷺ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا کیسا ہے؟

جواب نبی ﷺ کا ادب واحترام ہمارے لئے انتہائی ضروری ہے اور آپ ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ ہے، لیکن آپ ﷺ کی مدح میں نعت کے نام پر غلو کرنا، نعت رسول میں نبی ﷺ کو بڑھا چڑھا کر اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف کرنا شرک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ'' ''مجھے اتنا نہ بڑھا دینا جتنا نصاریٰ (کرسچن) نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا ہے بے شک میں (اللہ) کا بندہ ہوں پس مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہا کرو'' (بخاری) لیکن افسوس کہ آج اس امت کی اکثریت نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب، مشکل کشا، جھولیاں بھرنے والا، حاجت روا، حاضر وناظر، گنج بخش اور مافوق البشر ہستی سمجھ کر انہیں اپنی نعتوں اور قوالیوں میں بیان کرتی ہے۔ مشرکین مکہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ رسول مافوق البشر ہستی ہوا کرتی ہے اس لئے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝٩٠ اَوْ

تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿٩٢﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ﴾ ''اور کہنے لگے کہ ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ (عجیب وغریب باتیں نہ دکھاؤ یعنی یا تو) ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کردو، یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو، یا جیسا تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ یا اللہ اور ملائکہ کو (ہمارے) سامنے لے آؤ، یا تمہارا سونے کا گھر ہو، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں'' (بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳)

لیکن مشرکین مکہ کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروایا ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٣﴾﴾ ''کہہ دو کہ میرا رب سبحان (پاک) ہے میں تو صرف ایک بشر اور رسول ہوں'' (بنی اسرائیل: ۹۳)

سوال ۷۳: ولی کے معانی کیا ہیں اور اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟

جواب ولی کے معانی دوست، محبوب، محب، عزیز، محافظ، مددگار، کارساز اور حاکم کے ہیں۔ ولی بمعنی فاعل اور مفعول دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لئے آیا ہے اس کی جمع اولیاء ہے لفظ ''ولی'' کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو اس کے معنی دوست، محافظ، مددگار، کارساز اور حاکم کے ہوں گے لیکن جب اس کی نسبت بندوں کی طرف ہوگی تو اس کے معنی دوست کے ہوں گے۔ اولیاء اللہ کے اوصاف اور مناقب کی قرآن نے تصریح کردی ہے۔ فرمایا ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾﴾ ''(اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا'' (یونس: ۶۳)

آیت کے اس حصہ سے امور ذیل واضح ہوتے ہیں۔

ولی اللہ وہ ہے جو صاحب ایمان بھی ہو اور صاحب تقویٰ بھی، یعنی جو اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب، اس کے ملائکہ اور آخرت پر ایمان لانے والے ہوں اور صالح اعمال اختیار کرنے والے ہوں۔ اولیاء اللہ وہ نہیں جو جسم پر زنجیریں لادے گلے میں موتیوں کی مالا ڈالے، اس کے بال پراگندہ ہوں، جسم اور کپڑے میلے ہوں یا ننگا دھڑنگا ہو یا گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہو اور نہ ہی اولیاء اللہ کے یہ معنی ہے کہ وہ مشکل کشا، حاجت روا، عالم الغیب اور مختار کل ہو جیسا کہ اس زمانے میں اکثر لوگ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ ﴾

''تو پھر کیا ہے کہ تم نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے جو خود اپنی جانوں کا نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے '' (الرعد:١٦)

(مزید حوالہ جات قرآن میں خود دیکھیں۔ یٰسین: ٧٤، ٧٥۔ فرقان: ٣)

سوال ٣٨: ہر قسم کے اعمال کس کے ہاں پیش ہوتے ہیں؟

جواب تمام قسم کے اعمال (خواہ درود وسلام کے ہوں) اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کئے جاتے ہیں، محمد ﷺ یا کسی اور ہستی کے ہاں نہیں پیش کئے جاتے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝٢١٠﴾ (البقرہ:٢١٠) ''اور سارے معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' ﴿ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ ﴾ (ہود: ١٢٣) ''اور تمام امور اسی (اللہ) کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' ﴿ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ ﴾ ''اسی (اللہ کی طرف) طیّب کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتے ہیں'' (فاطر:١٠) معلوم ہوا کہ انسانی اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوتے ہیں نبی ﷺ کے ہاں نہیں، وہ لوگ جو یہ عقیدہ رکھنے پر اصرار کریں کہ اعمال نبی ﷺ پر پیش ہوتے ہیں وہ

کھلے مشرک ہیں، گویا انہوں نے نبی ﷺ کو الٰہ بنالیا ہے۔

سوال ۳۹: قرآن حکیم میں سجّین اور علیّین کے بارے میں کیا بیان ہوا ہے؟

جواب قرآن حکیم میں سجّین اور علیّین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فرامین یہ ہیں ﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝﴾ ''ہرگز نہیں بدکاروں کے اعمال نامے سجّین میں ہیں، اور تمہیں کیا معلوم کہ یہ سجّین کیا ہے وہ ایک دفتر ہے لکھا ہوا'' (مطففین: ۷ تا ۹) ﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝﴾ ''ہرگز نہیں نیک لوگوں کے اعمال نامے علیّین میں ہیں، اور تمہیں کیا معلوم کہ یہ علیّین کیا ہے وہ ایک دفتر ہے لکھا ہوا'' (مطففین: ۱۸ تا ۲۰)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ علیّین اور سجّین نیکوکاروں اور بدکاروں کے اعمال ناموں کے دفتر ہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علیّین نیک لوگوں اور سجّین بُرے لوگوں کے نفوس (ارواح) کے رکھنے کی جگہیں ہیں وہ قرآن کی درج بالا آیات کی رو سے غلط ہیں۔

سوال ۴۰: کیا مرنے والوں کے نفوس (ارواح) اس دنیا میں قیامت سے پہلے اپنے دنیاوی جسم میں واپس آ سکتے ہیں؟

جواب مرنے والوں کے نفوس (ارواح) اس دنیا میں قیامت سے پہلے اپنے دنیاوی جسم میں واپس نہیں آ سکتے (خرق عادت واقعات، معجزات مستثنیٰ ہیں) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ ''وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت نفوس (ارواح) قبض کرتا ہے اور جو مرا نہیں اس کی نیند میں (قبض کرتا ہے)، پس انہیں روک لیتا ہے جن کے لئے موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور دوسروں کو واپس بھیج دیتا ہے ایک وقت مقرر کے لئے، بلاشبہ اس میں غور و فکر

کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں'' (الزمر:۴۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اس نفس (روح) کو روک لیا جاتا ہے، واپس اس کے دنیاوی جسم میں یا اس دنیا میں نہیں بھیجا جاتا۔ مزید فرمایا ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ﴾

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہے گا اے رب مجھے واپس لوٹا دے تاکہ میں اُس (دنیا) میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک عمل کروں (اللہ کی طرف سے جواب ملے گا) ہرگز نہیں، یہ ایک بات ہے کہ وہ اسے کہہ رہا ہے'' (المومنون:۹۹ تا ۱۰۰)

﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿٨٣﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٨٧﴾﴾ ''بھلا جب نفس گلے تک آ پہنچتا ہے اور تم اس وقت (کی حالت کو) دیکھا کرتے ہو اور ہم اس (مرنے والے) کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے، پس اگر تم کسی کے بس میں نہیں ہو، تو اگر سچے ہو تو نفس (روح) کو (بدن کی طرف) پھیر کیوں نہیں لیتے'' (الواقعہ:۸۳ تا ۸۷)

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾﴾ ''اور ہم ان سے پہلے کتنے ہی گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں بھلا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی کوئی آواز ہی سنتے ہو؟'' (مریم:۹۸)

﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾﴾

''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں اب وہ ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آئیں گے'' (یٰسین:۳۱)

﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ "اور ہم جس بستی (والوں) کو ہلاک کر چکے ہیں ان کے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں" (الانبیاء:۹۵)

مرنے والے کا نفس (روح) اس دنیا میں لوٹ کر نہیں آسکتا اور نہ ہی روز قیامت سے پہلے اس کے مردہ جسم میں آسکتا ہے اور نہ ہی نفس (روح) کا مردہ جسم سے کوئی ایسا تعلق ہوتا ہے جس سے زندگی ثابت ہو بلکہ مردہ جسم آہستہ آہستہ گل سڑ جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کے نفوس (ارواح) کو ان کے اجسام میں لوٹایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ (التکویر:۷) "اور جب نفوس کو جوڑا جوڑا کر دیا جائے گا"

سوال ۱۴۱: کیا یہ عقیدہ درست ہے کہ مردہ جسم دفن ہونے کے بعد زمینی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے؟

جواب یہ عقیدہ قرآنی آیات کے خلاف ہے، قیامت سے پہلے یہ مردہ جسم زندہ نہیں ہوتا خواہ یہ زمین پر ہو یا زمین میں دفن ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ "پھر بے شک اس (زندگی) کے بعد تم مر جاؤ گے پھر بے شک تم قیامت کے دن (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے" (المومنون:۱۵۔۱۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے پر قیامت تک موت طاری رہے گی اور پھر ہر مرنے والے کو قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اس سے پہلے مردہ جسم ہرگز زندہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ "اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں، بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور انہیں یہ تک معلوم نہیں ہے کہ انہیں (دوبارہ زندہ کر کے) کب اٹھایا جائے گا" (النحل:۲۰،۲۱)

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

مِنۡسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الۡجِنُّ اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ الۡغَيۡبَ مَا لَبِثُوۡا فِى الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ؀ "پھر جب ہم نے اس (سلیمان علیہ السلام) پر موت کا فیصلہ کیا تو کسی چیز سے ان کا مرنا معلوم نہ ہوا مگر گھن کے کیڑے سے جو اُن کے عصا کو کھا تا رہا جب وہ گر پڑے تب جنات کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ رہتے" (سبا:۱۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی بھی زندگی نہیں ہے، ورنہ سلیمان علیہ السلام کبھی بھی زمین پر نہ گرتے۔

مزید حوالہ جات قرآن حکیم میں خود دیکھیں (المرسلات: ۲۵-۲۶، مریم: ۱۵، الانبیاء: ۸، ۳۰، ۳۱)

سوال ۴۲: کیا مرنے والوں کے اجسام گل سڑ جاتے ہیں اور مٹی ہو جاتے ہیں اور قیامت کے دن از سرِ نو پیدا کئے جائیں گے؟

جواب مرنے والوں کے مردہ اجسام گل سڑ جاتے ہیں اور مٹی ہو جاتے ہیں اور قیامت کے دن جسم از سرِ نو پیدا کئے جائیں گے (اللہ تعالیٰ کسی کے مردہ جسم کو جب تک چاہے محفوظ بھی رکھ سکتا ہے، جیسے فرعون کا جسم لیکن اس میں بھی زندگی نہیں) قرآن میں ہے ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ ؀ قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ﴾ "کہنے لگے کہ (جب) ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا۔ (نبی ﷺ) کہہ دو ان (گلی سڑی ہڈیوں) کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا" (یٰسین: ۷۸، ۷۹) ﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هَلۡ نَدُلُّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمۡ اِذَا مُزِّقۡتُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمۡ لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؀﴾ "اور کافر کہتے ہیں کہ بھلا ہم تمہیں ایسا آدمی (نبی علیہ السلام) بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تم یقیناً نئے سرے سے پیدا ہو گے" (سبا: ۷)

﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ ﴾ ''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں! ہم تو اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پور پور تک درست کردیں'' (القیمٰہ: ۳، ۴)

﴿ ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴿۴﴾ ﴾ ''بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو پھر زندہ ہوں گے) یہ (قیامت کو) زندہ ہونا (عقل سے) بعید ہے، ان کے جسموں کو زمین جتنا (کھا کھا کر) کم کرتی ہے ہم کو معلوم ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے'' (ق: ۳، ۴)

سوال ۴۳: کیا تین زندگیوں کا عقیدہ رکھنا درست ہے؟

جواب تین زندگیوں کا عقیدہ رکھنا قرآنی آیات کا انکار ہے قرآن حکیم میں صرف دو زندگیوں کا ذکر ہے ایک دنیا کی زندگی اور دوسری آخرت کی زندگی، مرنے کے بعد قیامت تک کوئی زندگی نہیں ہے (خرق عادت واقعات مستثنیٰ ہے) قرآن حکیم میں ہے ﴿ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ﴾ ''کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی دی ہے۔ ہم کو اپنے گناہوں کا اعتراف ہے پس کیا اب یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے'' (مومن: ۱۱) دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی کی تفصیل یوں ہے ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ ﴾ (البقرہ: ۲۸) ''تم اللہ سے کیسے کفر کرتے ہو، حالاں کہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں موت دے گا پھر وہی تمہیں (قیامت کے دن) دوبارہ

زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے“۔

سوال ۴۴: کیا محمد ﷺ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں؟

جواب محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں آپ ﷺ مدینہ والی قبر میں زندہ نہیں ہیں ”یہ عقیدہ رکھنا کہ محمد ﷺ پر موت نہیں آئی یا یہ کہ آپ ﷺ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں کفر ہے“ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝۳۰ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝۳۱﴾ ”(اے نبی ﷺ) بے شک تم بھی مرنے والے ہو اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے“ (الزمر: ۳۰،۳۱)

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۗ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝۳۴ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ﴾ ”(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی بشر کو ہمیشگی نہیں دی، بھلا اگر آپ مر جائیں تو کیا یہ (لوگ) ہمیشہ رہیں گے۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے“ (الانبیاء: ۳۴،۳۵)

بخاری میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ”السخ“ کے مقام پر تھے، نبی ﷺ کی وفات کی اطلاع ملنے پر آپ رضی اللہ عنہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لے گئے، نبی ﷺ کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹا کر بوسہ دیا اور فرمایا ”بِاَبِیْ اَنْتَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْكَ مَوْتَتَیْنِ اَمَّا الْمَوْتَةَ الَّتِیْ كُتِبَتْ عَلَیْكَ فَقَدْ مُتَّهَا“

”میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں اے اللہ کے نبی، اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر کبھی جمع نہیں کرے گا، سوائے ایک موت کے جو آپ کے مقدر میں تھی، سو آپ وفات پا چکے“ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے باہر تشریف لائے تو عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لوگوں سے کچھ کہہ رہے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ آخر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے الٰہ واحد کی گواہی دی تو سارا مجمع آپ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ

مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ ""پس تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی بندگی کرتا تھا تو بے شک محمد ﷺ کی وفات ہوچکی ہے اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ باقی رہنے والا ہے کبھی اسے موت نہیں" اور پھر قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾﴾ "اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں، پس کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کردئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو جزا دے کر رہے گا" (آل عمران: ۱۴۴) اس آیت کی تلاوت کے بعد عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم ایسا معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آیت کی تلاوت سے پہلے جیسے لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمائی ہے۔ اب تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ آیت آپ سے سیکھ لی اور ہر شخص کی زبان پر یہ آیت تھی۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

اس طرح تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہ اجماع ہوگیا کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں اور اب نہ تو وہ دنیا میں زندہ ہیں اور نہ ہی مدینہ والی قبر میں، اور آپ ﷺ کو بھی قیامت کے دن ہی زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔ (دیکھئے۔ الزمر: ۳۰، ۳۱)

سوال ۴۵: کیا جمعرات یا کسی اور دن فوت شدہ لوگوں کے نفوس (ارواح) اپنے ورثاء کے گھروں میں آسکتے ہیں؟

جواب جمعرات یا کسی اور دن فوت شدہ لوگوں کے نفوس (ارواح) اپنے ورثاء کے گھروں میں نہیں آسکتے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

’’ان (سب مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ (آڑ) ہے (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جانے کے دن تک‘‘ (المومنون: ۱۰۰) اور فرمایا ﴿اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴾ (یٰسین: ۳۱) ’’کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں اب وہ ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آئیں گے‘‘ اور فرمایا ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰى عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ’’وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت نفوس (ارواح) قبض کرتا ہے اور جو مرا نہیں اس کی نیند میں (قبض کرتا ہے)، پس انہیں روک لیتا ہے جن کے لئے موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور دوسروں کو واپس بھیج دیتا ہے ایک وقت مقرر کے لئے‘‘ (الزمر: ۴۲)

درج بالا آیات سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔ (۱) جو لوگ مر جائیں قیامت سے پہلے ان کے نفوس (ارواح) ان کے مردہ بدن میں نہیں آ سکتے (۲) روحانی یا جسمانی طور پر کوئی بھی شخص دنیا میں واپس نہیں آ سکتا۔

سوال ۴۶: کیا نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے؟

جواب خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت حاصل کرنے کے لئے لوگوں نے بہت سے وظائف اور طریقے گڑھے ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ نبی ﷺ کسی کے خواب میں نہیں آ سکتے۔ بخاری کتاب العلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی اونٹ پر آیا، اُس نے اپنا اونٹ مسجد میں بٹھایا، اسکا گھٹنا باندھا، پھر کہنے لگا، تم میں مُحمّد (ﷺ) کون ہیں؟ نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ٹیک لگا کر بیٹھے تھے، ہم نے کہا یہ سفید تکیہ لگانے والے (محمد ﷺ) ہیں۔

سنن ابوداؤد کتاب السنہ باب فی القدر میں ابوذر رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھتے ،کوئی اجنبی آتا تو پوچھے بغیر معلوم نہ کرسکتا کہ آپ ﷺ ان میں سے کون ہیں؟ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ہم آپ ﷺ کے لئے بیٹھنے کی جگہ بنا دیتے ہیں تاکہ کوئی اجنبی آئے تو آپ ﷺ کو پہچان لے ،تو ہم نے آپ ﷺ کے لئے مٹی کا ایک چبوترہ سا بنا دیا تو آپ ﷺ اِس پر بیٹھتے تھے اور ہم آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھتے تھے۔یہی حدیث سنن نسائی میں بھی صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔

(دیکھئے کتاب الایمان باب صفۃ الایمان والاسلام)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ کے لئے ہجرت کر کے قبا پہنچے تو بنوعمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے،اس موقعہ پر انصار کے جن لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا تھا، وہ ان کو رسول اللہ ﷺ سمجھ کر سلام کرتے تھے۔جب سایہ ہٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ پر دھوپ پڑنے لگی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر کا آپ ﷺ پر سایہ کیا۔اس وقت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں جب آپ ﷺ کو نہ پہچاننے والے کسی دوسرے کے متعلق خیال کر سکتے ہیں تو آج ساڑھے چودہ سو سال گزرنے کے بعد کوئی شخص یہ دعویٰ کس طرح کرسکتا ہے میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے جب کہ دیکھنے والے نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی حقیقی صورت میں دیکھا ہی نہیں؟ اس لئے وہ سارے قصے سرتا پا غلط ہیں کہ فوت شدہ لوگ زندہ لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں،اس لئے نبی ﷺ ،ابراہیم علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام کا کسی کو خواب میں نظر آنا بالکل غلط ہے۔خواب میں کوئی نہیں آسکتا۔خواب دیکھا جا سکتا ہے لیکن خواب میں نظر آنے والے انسان کی روحانی اور وجودی آمد نہیں ہوتی۔

سوال ۷۴: کیا شہداء دنیاوی جسموں کے ساتھ زمینی قبروں میں زندہ ہیں؟

جواب شہداء دنیاوی اجسام کے ساتھ دنیاوی قبروں میں زندہ نہیں،زمینی قبروں میں صرف

ان کا قتل شدہ جسم دفن کیا جاتا ہے، ان کے اجسام کو زمینی قبروں میں زندہ سمجھنا صحیح نہیں، قرآن حکیم میں ارشاد ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ﴾ ''(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی بشر کو ہمیشگی نہیں دی، بھلا اگر آپ مرجائیں تو کیا یہ (لوگ) ہمیشہ رہیں گے۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' (الانبیاء: ۳۴، ۳۵)

سوال ۴۸: قرآن میں اللہ تعالیٰ شہداء کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ زندہ ہیں تم انہیں مردہ نہ کہو، اس زندگی سے کیا مراد ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝﴾ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں'' (البقرہ: ۱۵۴)

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝﴾ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے'' (آل عمران: ۱۶۹)

انسانی موت دو طرح سے واقع ہوتی ہے ایک طبعی اور دوسری بذریعہ قتل، قرآن کی درج بالا دونوں آیات پر غور فرمائیں، ان دونوں آیات میں شہداء سے متعلق لفظ ''قُتِلُوْا'' اور ''يُقْتَلُ'' آئے ہیں۔ جو اس بات کی صراحت ہیں کہ یقیناً ان پر قتل کے ذریعہ موت تو واقع ہو چکی ہے، اس لئے انہیں زمینی قبروں میں دفن کیا گیا، ان کی بیویاں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے، ان کا ترکہ تقسیم ہوا۔ شہداء کے بارے میں جو کہا گیا کہ وہ اپنے رب کے ہاں رزق کھاتے ہیں، خوش ہوتے ہیں تو اس سے مراد نفس اور جسم کے ملاپ سے وجود میں آنے والی زندگی نہیں بلکہ یہ سب کچھ اللہ کے نزدیک ہے، جس کا تعلق غیب سے ہے ہم اپنی عقل

اور علم سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے ۔پس اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ ہمیں وحی کے ذریعہ قرآن میں بتلادیا گیا۔

سوال ۴۹: مرنے کے بعد قیامت تک عذاب وراحت کا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب مرنے کے بعد قیامت تک عذاب وراحت کا عقیدہ رکھنا درست ہے۔مرنے والوں کے نفوس اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے اور نہ ہی قیامت سے پہلے اپنے اجسام میں آسکتے ہیں، مرنے والوں کے اجسام دنیا ہی میں ہیں خواہ زمین پر ہوں یا زمین میں دفن ہوں ۔ دنیا اور مرنے والوں کے نفوس کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک برزخ (آڑ) قائم کردی گئی ہے ، یہ ایک ایسی مضبوط برزخ (آڑ) ہے کہ نفوس (ارواح) اس برزخ کو توڑ کر اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے اور نہ ہی زندہ افراد اس برزخ (آڑ) کو توڑ کر وہاں جاسکتے ہیں۔مرنے کے وقت کچھ نفوس اللہ تعالیٰ کو پکار پکار کر کہتے ہیں ﴿رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ﴾ ''اے رب مجھے واپس لوٹادے تا کہ میں اُس (دنیا) میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک عمل کروں (اللہ کی طرف سے جواب ملے گا) ہرگز نہیں، یہ ایک بات ہے کہ وہ اسے کہہ رہا ہے'' (اس پر عمل ہرگز نہیں ہوگا) (المومنون:۹۹ تا ۱۰۰) ﴿وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴿۱۰۰﴾﴾ ''ان (سب مرنے والوں) کے آگے ایک برزخ ہے (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جانے کے دن تک'' (المومنون:۱۰۰)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ برزخ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے تک ہے۔

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴿۹۳﴾﴾ ''اور کاش تم ظالم (مشرک)

لوگوں کو اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں اور ملائکہ (ان کی طرف) ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنے نفوس کو آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس لئے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کیا کرتے تھے'' (الانعام: ۹۳)

اس آیت کے الفاظ ﴿ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ﴾ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ عذاب مرنے کے دن سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔ ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۗ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾ ﴾

''وہ (جہنم کی) آگ پر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو حکم ہوگا کہ) آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو'' (مومن: ۴۶)

اس آیت میں دو عذابوں کا ذکر ہے ایک ((اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ...... الخ))

دوم ((اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ)) دونوں کے درمیان وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ وارد ہے جس کا مطلب ہے کہ (اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ...... الخ) میں جس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے، وہ قیام قیامت سے پہلے ہے۔

حدیث میں بھی دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلٰى مَقْعَدِهٖ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً اِمَّا النَّارُ وَاِمَّا الْجَنَّةُ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى تُبْعَثُ'' (بلاشبہ جب تم میں سے کوئی مرجائے تو صبح وشام اپنے ٹھکانہ پر پیش کیا جاتا ہے چاہے دوزخ ہو چاہے جنّت اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہی تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ تجھے دوبارہ اٹھایا جائے گا)

(بخاری جلد ۲، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت صفحہ ۹۶۴)

رہی اس کی کیفیت تو یہ غیب کا معاملہ ہے، اللہ ہی جانتا ہے۔

سوال ۵۰: کیا نبی، صدیق، شہید اور ولی...... اللہ کے محتاج ہیں؟

جواب سارے بندے اللہ کے محتاج وفقیر ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

﴿أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللهِ﴾ ''اے لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو'' (فاطر:۱۵)

سوال ۱۵: کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں ''اپنا خلیفہ'' بنا کر بھیجا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہیں نہیں فرمایا کہ انسان کو ''اپنا نائب یا خلیفہ'' بنانے والا ہوں بلکہ فرمایا ﴿إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ ''بلاشبہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں'' (البقرہ:۳۰) خلیفہ کے معنی نائب، جانشین، حکمران اور قائم مقام کے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ تو کوئی جانشین ہے اور نہ کوئی قائم مقام اور نہ نائب، یہ صفات مخلوق کی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی عدم موجودگی یا موت کے بعد ایک دوسرے کے جانشین، نائب اور قائم مقام بنتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے واپس آئے تو اپنی قوم کو کہنے لگے ﴿بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ﴾ ''تم نے میرے بعد میری بُری جانشینی کی'' (الاعراف:۱۵۰) ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿يٰدَاوٗدُ إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ﴾ ''اے داوٗد (علیہ السلام) ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا پس تم لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو'' (ص:۲۶)

اوپر بیان کی گئی آیات سے معلوم ہوا کہ جانشین اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، برے جانشین وہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کریں اور اچھے جانشین وہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق فیصلہ کریں۔ حدیث میں آتا ہے ''كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ الْخُلَفَاءُ'' (بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء (علیہم السلام) کیا کرتے تھے جب ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ (جانشین) ہوتا اور یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ خلفاء ہوں گے) (بخاری کتاب الانبیاء)

اللہ تعالیٰ ایسی یکتا ذات ہے کہ نہ تو اس کا کوئی مشیر ہے نہ وزیر اور نہ خلیفہ، مخلوق میں سے

کسی کو بھی اللہ کا خلیفہ اور نائب ماننا شرک ہے۔

سوال ۵۲: تصوّف کیا ہے؟

جواب تصوّف شریعت یعنی قرآن اور سنت کے مقابلہ میں طریقت کا نام ہے۔ تصوّف میں وحی کے مقابلہ میں کشف اور الہام ہے، معجزہ کی جگہ کرامت اور کلام اللہ کے مقابلہ میں صوفیاء کی کتابیں اور ملفوظات ہیں۔

خیر القرون یعنی نبی ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے مقابلہ میں غوث، قطب، قلندر، ابدال اور اوتاد وغیرہ کی اصطلاحات گڑھی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان ''تلزم جماعۃ المسلمین'' کے مقابلہ میں نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ کے سلسلے وجود میں آئے۔ علم ظاھریہ اور باطنیہ کا فرق پیدا کیا گیا۔ وحی کو علم ظاھریہ کا نام دے کر اس کے مقابلہ میں علم باطنیہ یعنی کشف اور الہام کا دین ایجاد کیا گیا۔

کلمہ توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' کو عموم کا کلمہ کہہ کر اس کے مقابلہ میں (لاھو الاھو) کا کلمہ ایجاد کیا گیا۔ شریعت میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے قرآن اور سنت کی پیروی کی جاتی ہے جب کہ تصوّف میں اللہ کی ذات کا حصہ بننے کے لئے کسی جنگل، غار، پرانی قبر میں گوشہ نشینی اختیار کر کے ریاضتیں کی جاتی ہیں اور اس مقصد کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ کسی شیخ یا پیر کے ہاتھ پر بیعت کی جائے اور پھر اس کی پیروی کی جائے اس طرح کچھ عرصہ میں وہ فنافی الشیخ ہو جاتا ہے اس کے بعد دوسرا مرتبہ فنافی الرسول کا ہوتا ہے اور آخر میں فنافی اللہ کا مقام ہے اس مقام پر پہنچ کر صوفیاء سمجھتے ہیں کہ اب وہ اللہ کی ذات کا حصہ ہے، پھر الہام کشف، کرامات و کمالات کا وہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

سوال ۵۳: شِفاء دینے والا کون ہے؟ کیا تعویذ لٹکانے سے شفاء ہو جاتی ہے؟

جواب شِفاء دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، کسی نبی، ولی یا کسی اور ہستی کے اختیار میں نہیں۔

قرآن حکیم میں ہے ﴿وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾ "(ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی (اللہ) مجھے شفا دیتا ہے" (الشعراء:۸۰) قرآن سے جو شفا حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن پر عقیدہ رکھ کر اس کے ذریعہ عقائد واعمال کی اصلاح کی جائے نہ کہ اس کو لکھ کر گلے میں لٹکایا جائے یا بازو پر باندھ لیا جائے۔ قرآن حکیم میں شہد کو شفا قرار دیا گیا ہے اب اگر کوئی اسے کھانے کے بجائے بوتل میں ڈال کر گلے میں لٹکا لے تو اس سے شفا ہرگز حاصل نہیں ہوگی۔ تعویذات کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ اَشْرَكَ" "جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا" (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۵۶)

واضح رہے کہ تمیمہ کے معنی تعویذ کے ہیں درج ذیل لغات دیکھئے

(المنجد صفحہ نمبر ۱۱۷، مصباح اللغات صفحہ نمبر ۸۷، بیان اللسان صفحہ نمبر ۱۸۳)

سوال ۵۴: منکے، کڑے، چھلے اور دم کردہ دھاگے لٹکانا کیسا ہے؟

جواب دکھ، تکلیف اور غم کو دور کرنے یا کسی اور مقصد کے لئے منکے، کڑے، چھلے اور دم کردہ دھاگے لٹکانا شرک ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ "اور اس (اللہ) کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ" (النساء:۳۶) ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ﴾ "اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس (اللہ) کے سوا اس (تکلیف) کو کوئی دور کرنے والا نہیں سوائے اُس (اللہ تعالیٰ) کے" (یونس:۱۰۷، الانعام:۱۷) ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۭ﴾ "اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس (کی تاثیر) سے یہ پہاڑ چلنے لگتے یا (اس کے اثر سے) زمین پھٹ جاتی یا مردہ بولنے لگتا (تو ان تمام صفات سے متصف یہی قرآن ہوتا) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں" (الرعد:۳۱)

درج بالا آیت سے یہ بات واضح ہوئی کہ نفع ونقصان پہنچانے اور سارے کے سارے

اختیارات صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہیں، یہ تاثیر نہ تو کسی کلام میں ہے نہ جادو اور نہ کلمات طیبات میں اور نہ ہی کلمات خبیثہ میں، اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ '' ''جس نے دھاگہ میں گرہ لگائی پھر اس میں پھونک ماری بے شک اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا اس نے شرک کیا'' (سنن نسائی)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے ''عن عمران بن حصین رضی اللہ رای رجل فی یدہ حلقة من صفر فقال ماھذا قال من الواھنة فقال انزعھا فانھا لا تزیدک الا وھنا۔ فانک لومتّ وھی علیک ما افلحتَ ابداً'' (رواہ احمد بسند لا باس بہ وابن حبّان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح السناد واقرہ الذھبی) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ پہننے والے شخص نے جواب دیا کہ یہ ''واھنہ'' کی وجہ سے ہے (ہاتھ کی کمزوری اور بیماری دور کرنے کے لئے) نبی ﷺ نے رد فرمایا اور کہا بلکہ یہ کمزوری کو اور بڑھائے گا اور اگر تو اسے پہنے ہوئے مرجائے تو کبھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوگا (جنت میں نہ جائے گا)۔

سوال ۵۵: کیا جادو حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے؟

جواب جادو حق نہیں بلکہ باطل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آنے والے جادوگروں کے جادو کے بارے میں ارشاد فرمایا ﴿ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ''پس حق واقع ہوا اور جو کچھ وہ (جادوگر) کرتے تھے باطل ہوا'' (الاعراف :۱۱۸)

پس اس آیت سے واضح ہوا کہ معجزہ حق اور جادو باطل ہے۔ سورہ بقرہ میں ہے ﴿ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ ﴾ (البقرة:۱۰۲) ''اور نہ ہی وہ (جادو) دوملائکہ کے ذریعہ نازل

کیا گیا تھا"۔ اس آیت میں (ما) نافیہ ہے موصولہ نہیں، تو معلوم ہوا کہ جادو اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں بلکہ شیطانی کام ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے ﴿وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ "اور سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا لیکن شیطانوں نے کفر کیا جو لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے" (البقرۃ:۱۰۲)

(جادو کی تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب "جادو کی شرعی حیثیت قرآن وسنت کی روشنی میں" کا مطالعہ ضرور فرمائیے)

سوال ۵٦: کیا سحر (جادو) سے کسی کو مافوق الاسباب کوئی تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے؟

جواب کسی کالے، پیلے اور نیلے سحر (جادو) سے کسی کو مافوق الاسباب کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جا سکتی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ "حالانکہ وہ کسی کو بھی اس کے ذریعہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے مگر (نقصان و تکلیف) اللہ کے اذن سے (پہنچتی ہے)" (البقرۃ:۱۰۲)

اس آیت سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ کوئی جادوگر اپنے جادو سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکتا (اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ) کا مطلب ہے کہ جو تکلیف بھی کسی کو آئے گی تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آئے گی، جادو وغیرہ سے نہیں آ سکتی۔ واضح رہے کہ اس آیت میں (اِلَّا) منقطع ہے متصل نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ "اور جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا" (طٰہٰ:٦٩)

سحر (جادو) دھوکا، فریب، فن کاری اور جھوٹ کو سچ بنا کر دکھانے کا نام ہے، اور اس کی حیثیت شعبدہ بازی، فریب نظر اور فریب خیال سے زیادہ کچھ نہیں۔

سوال ۵۷: کیا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آنے والے جادوگروں نے اپنے جادو سے رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ بنایا تھا؟

جواب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آنے والے جادوگروں نے اپنے جادو سے رسیوں اور

لاٹھیوں کوسانپ نہیں بنایا تھا۔سانپ بنانا تو دور کی بات ہے ساری دنیا کی مخلوق مع جادوگر مل کر ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے ،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَہٗ ؕ﴾ ''جن لوگوں کوتم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگر چہ اس کے لئے سب جمع ہو جائیں'' (الحج:۷۳) یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ سحر (جادو) دھوکہ اور فریب کا نام ہے جب کوئی جادوگر کے سامنے ہو، اور جادوگر اپنا کرتب دکھا رہا ہوتو مخفی اسباب (ہاتھ کی صفائی) سے لوگوں کی نظر دھوکہ کھا سکتی ہے اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کہ ﴿سَحَرُوۡۤا اَعۡیُنَ النَّاسِ﴾ ''لوگوں کی نظروں کودھوکہ دیا'' (الاعراف:۱۱۶) اور سورہ طٰہٰ میں ہے ﴿یُخَیَّلُ اِلَیۡہِ مِنۡ سِحۡرِہِمۡ اَنَّہَا تَسۡعٰی ﴿۶۶﴾﴾ ''ان کے سحر (دھوکہ) سے موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں آتا تھا کہ وہ (رسیاں اور لاٹھیاں) دوڑ رہی ہیں'' (طٰہٰ:۶۶) یہ بھی یادرکھیں کہ خیال ایک تصور ہے حقیقت نہیں، اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کوسانپ بنانا حقیقت پر مبنی تھا۔اب دیکھئے جب اللہ تعالیٰ لاٹھی سے سانپ بنائے اور جادوگر بھی یہی کام کرے تو نعوذ باللہ، اللہ اور جادوگر میں کیا فرق رہا؟ اگر جادوگر بھی باذن اللہ لاٹھی سے سانپ بنائے اور نبی کے ہاتھوں بھی باذن اللہ یہی کام صادر ہو جائے تو نبی اور جادوگر میں کیا فرق رہا؟ معجزہ اور جادو میں کیا فرق رہا؟ جب کہ معجزہ حق اور جادو باطل ہے،اب اگر لوگوں کا قرآن کے خلاف یہ اعتقاد ہو کہ جادوگروں نے سانپ بنائے تھے،تو حق اور باطل میں کیا فرق رہا؟ نظر میں تصرف کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے ﴿وَاِذۡ یُرِیۡکُمُوۡہُمۡ اِذِ الۡتَقَیۡتُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِکُمۡ قَلِیۡلًا وَّیُقَلِّلُکُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِہِمۡ﴾ ''اور جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو اُس (اللہ) نے کافروں کوتمہاری نظروں میں کم کر کے دکھایا اور تم کواُن کی نگاہوں میں تھوڑا کر کے دکھایا'' (الانفال:۴۴)

اب جادوگر بھی نظر میں تصرف کرے ،نظر بندی کرے تونعوذ باللہ جادوگراور اللہ میں کیا فرق رہا؟ نظر بندی کا عقیدہ مشرکین مکہ رکھتے تھے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ﴿١٤﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ﴿١٥﴾﴾ ''اوراگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اوروہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی ہے بلکہ ہم پر جادوکردیا گیاہے'' (الحجر: ۱۴،۱۵)

سوال ۵۸: کیا محمد ﷺ پر جادوکا اثر ماننا صحیح ہے؟

جواب محمد ﷺ کو جادوزدہ سمجھنا درست نہیں ہے۔قرآن حکیم میں ہے ﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴿٨﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴿٩﴾﴾ ''اورظالموں نے کہا کہ تم ایک جادوزدہ شخص کی پیروی کرتے ہو(اے رسول ﷺ) دیکھو یہ تمہارے بارے میں کیسی باتیں گڑھتے ہیں۔سوگمراہ ہو گئے ہیں اور راستہ نہیں پا سکتے'' (الفرقان: ۸۔۹) اور یہ بات سورۃ بنی اسرائیل میں آیات ۴۷-۴۸ میں بھی ہے۔ان آیات سے واضح ہوا کہ نبی ﷺ پر جادوکا اثر ماننے والے ظالم گمراہ اورراہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہیں۔چوں کہ مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا کہ محمد ﷺ پر جادوکا اثر ہواتھا۔اس لئے مسلمین کو ایسی خلاف قرآن بدعقیدگی پر مبنی روایات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

سوال ۵۹: سورۃ الفلق اورسورۃ الناس کا نزول کس مقصد کے لئے ہوا؟

جواب اکثر لوگ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ پرایک یہودی لبید بن الاعصم نے جادوکردیا تھاتواس کااثر ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے معوذتین (سورۃ الفلق اورسورۃ الناس) نازل فرمائیں حالاں کہ کسی ایک صحیح حدیث سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ سورۃ الفلق اورسورۃ

الناس اس لئے نازل ہوئیں کہ محمد ﷺ پر جادو ہوا تھا اور ان کے ذریعہ جادو کا اثر ختم ہوا سوائے طبقات الکبریٰ جیسی کتاب کے۔ بلکہ یہ ایک جھوٹی بات ہے جس کی حیثیت افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں۔ بغیر کسی دلیل کے عوام الناس میں یہ بات مشہور کردی گئی ہے۔ یہ مکّہ کے ابتدائی دور کی سورتیں ہیں جب کہ روایات کے مطابق جادو کا واقعہ مدینہ میں ۷ھ میں پیش آیا یعنی جادو کا واقعہ ہجرت کے سات سال بعد کا ہے اور معوذتین مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئیں اس طرح معوذتین کے نزول اور جادو کے واقعہ میں کئی سال کا وقفہ ہے پھر اگر جادو کا اثر ان دو سورتوں کے ذریعے ختم ہوا تو پھر تو جادو کا اثر ہونا ہی نہیں چاہئیے تھا کیوں کہ یہ سورتیں تو کئی سال پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھیں، سنن نسائی، ابن ماجہ، اور ترمذی کی روایت کے مطابق جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو اللہ کے نبی ﷺ ان دونوں سورتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے تو پھر آپ ﷺ پر جادو کا اثر کیسے ہوا؟ جب کہ پہلے سے آپ ﷺ ان دونوں سورتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ بعض لوگ اپنے باطل قیاس سے کام لے کر کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے سحر (جادو) کے واقعہ کے بعد ہی یہ معمول بنایا ہو۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی ﷺ نے کئی سال ان سورتوں پر عمل نہیں کیا؟ (نعوذ باللہ) اس لئے یہ بات غلط ہے کہ یہ دونوں سورتیں آپ ﷺ پر جادو کا اثر زائل کرنے کے لئے نازل ہوئیں حالاں کہ ان دونوں سورتوں میں ساری مخلوق کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ سورۃ الصّف اور سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ﴾

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں''۔ (الصّف:۸، التوبہ:۳۲)

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دعا سکھائی ﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ﴾ (الفلق:۴) کہ جو لوگ اسلام کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں آپ ان کے مفسد عزائم

سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ طلب کریں۔

سوال ۶۰: کیا باذن اللہ جادو سے نقصان ہوسکتا ہے؟

جواب باذن اللہ کے معنی اللہ کے حکم اور قانون کے ہیں مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو جو نقصان بھی پہنچتا ہے وہ اللہ کے اذن ،مشیت اور قضا سے پہنچتا ہے کوئی بھی مخلوق اسباب کے بغیر کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی اور نہ کوئی جادوگر اپنے جادو سے کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے بلکہ نفع اور نقصان پہنچانے اور سارے کے سارے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔

﴿بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا﴾ ''بلکہ تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں'' (الرعد:۳۱)

(اول) اب اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جادوگر باذن اللہ یعنی اللہ کے حکم اور اس کی اجازت سے لوگوں کو مافوق الاسباب اپنے جنتر منتر سے نقصان پہنچا سکتا ہے یا مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکتا ہے تو وہ یہ غلط سمجھتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جادو کو کفر، شیطانی فعل، جھوٹ اور باطل قرار دیا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ خود ہی اس کے کرنے کا حکم دے اور ساتھ ہی اس کے ذریعہ نقصان پہنچانے کا اختیار بھی دے تو پھر اس کا کرنا اور اس کے ذریعہ نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوگی اور یہ کام باعثِ ثواب ہوگا نہ کہ کفر اور قابل مواخذہ۔

(دوئم) اللہ تعالیٰ کا فرمان تو یہ ہے کہ ﴿وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝۲۶﴾ (الکھف:۲۶) ''وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا''۔ تو پھر جادوگر کو کیسے شریک بنالیا؟

(سوئم) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝۶۹﴾ ''اور جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا'' (طٰہٰ:۶۹) اگر بالفرض اللہ جادو میں اثر ڈال کر اس کے ذریعہ کسی کو نقصان پہنچائے تو پھر تو جادوگر اپنی مراد کو پہنچ گیا جب کہ یہ بات درج بالا آیت کے خلاف ہے۔

(چہارم) یہ کہ دل میں مافوق الاسباب الفت اور نفرت پیدا کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کی صفات خاصّہ میں سے ہے۔ دیکھئے سورہ انفال آیت ۶۳ سورۃ المائدہ آیت ۱۴، ۶۴۔ سورۃ انفال کی آیات میں تو اللہ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ تم اگر زمین کے تمام وسائل بروئے کار لے آتے تب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔ تو جب نبی کے پاس بھی یہ اختیار نہیں کہ مافوق الاسباب کسی کے دل میں محبت و الفت ڈال سکے تو ایک کافر جادوگر کے پاس یہ اختیار کیسے ہوسکتا ہے کہ میاں بیوی میں جدائی ڈال دے یا بغیر کسی سبب کے صرف جنتر منتر سے کسی کے درمیان جھگڑے، فساد کرائے یا محبت پیدا کر سکے۔

حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''من اتی کاھناً او ساحراً فصدّقه بمایقول فقد کفر بماأنزل علی محمد ﷺ'' ''جو کسی کاھن یا جادوگر کے پاس آئے اور اس کی بات کو سچ جانے تو اس نے اس (قرآن) کا کفر (انکار) کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے'' (ابن کثیر، جلد اول)

سوال ۶۱: غیب کی خبر دینے والے دست شناس، پیر اور نجومی کی بات ماننا، ستاروں میں نفع و نقصان سمجھنا کیسا ہے؟

جواب غیب کی خبر دینے والے دست شناس، پیر اور نجومی کی بات ماننا اور ستاروں کو نفع و نقصان کا اختیار رکھنے والا سمجھنا، فال نکالنا اور بدشگونی لینا شرک ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیئے کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا'' (النمل:۶۵) اس آیت سے بات واضح ہوگئی کہ جب انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ غیب کی باتیں نہیں جانتے تو دست شناس، نجومی اور کاہن کیسے جان سکتے ہیں؟ اکثر لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کو کشف ہوتا ہے یعنی وہ پردۂ غیب سے کوئی چیز دیکھ لیتے ہیں یا ان کو اطلاع دے دی جاتی

ہے تو یہ بات بھی سراسر خلاف قرآن ہے ،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور اللہ تمہیں غیب پر مطلع کرنے والا نہیں البتہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے'' (آل عمران:۱۷۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی رسول بھی بذات خود غیب پر مطلع نہیں ہوسکتا تھا سوائے اس کے جتنا اللہ چاہتا وحی کے ذریعہ اطلاع دے دیتا، تو پھر جادوگر، عامل، نجومی، دست شناس اور کاہن کیسے غیب کی اطلاع پا سکتے ہیں؟ رہا ستاروں کو نفع ونقصان کا اختیار رکھنے والا سمجھنا، ان سے قسمتیں وابستہ کرنا اور بارش برسانے کا عقیدہ رکھنا کھلی گمراہی اور شرک ہے۔اسی طرح اخبار ورسائل کا ستاروں اور سیاروں کی رو سے یہ لکھنا کہ '' آپ کا ہفتہ کیسے گزرے گا؟'' بھی شرکیہ عقیدہ کی تشہیر ہے، جس سے اجتناب لازم ہے، اخبارات کو چاہئیے کہ وہ ایسے مضامین واشتہارات دینا بند کر دیں۔ ستاروں کو اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کی زینت، شیاطین کو مارنے اور خشکی وسمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ارشاد ربانی ہے ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾﴾

''اور بے شک ہم ہی نے آسمان میں بُرج (ستارے) بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو سجایا اور ہر شیطان مردود سے اسے محفوظ کر دیا، ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انگارہ اس کے پیچھے لپکتا ہے'' (الحجر:۱۶تا۱۸) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ خشکی اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے راستے معلوم کرو عقل والوں کے لئے ہم نے اپنی

آیات کھول کھول کر بیان کردی ہیں'' (الانعام:۹۷)
مزید تفصیل کے لئے درج ذیل آیات خود دیکھیں (الصافات:۶ تا ۱۰، الملک:۵، النحل:۱۶، جن:۸، ۹، شعراء:۲۱۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مَنْ اَتٰی کَاہِنًا فَصَدَّقَہٗ بِمَایَقُوْلُ۔۔۔ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّااُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ '' ''جوکوئی کسی کاھن کے پاس آئے اوراس کی بات کو سچ جانے......تو بے شک وہ اس چیز سے بیزار ہوا جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوئی'' یعنی وہ کافر ہوگیا (مشکوٰۃ) اور فرمایا: ''اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ'' ''بدشگونی لینا شرک ہے۔ (مسند احمد) ''مَنْ رَدَّتْہُ الطِّیَرَۃُ مِنْ حَاجَۃٍ فَقَدْ اَشْرَکَ'' (رواہ احمد عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) جس شخص کو بدشگونی کسی کام سے روک دے تو یقیناً اس نے شرک کیا۔ ''اِنَّ الْعِیَافَۃَ وَالطَّرْقَ وَالطِّیَرَۃَ مِنَ الْجِبْتِ'' فال دیکھنے کے لئے پرندوں کو اڑانا، زمین پر خط کھینچنا اور بدشگونی لینا جادو ہیں۔ (رواہ احمد)
مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جولوگ بدشگونی لیتے ہیں کہ کالی بلی گزر گئی اب سفر ملتوی کردو، کوّا بول رہا ہے کوئی مہمان آئے گا، تیل گرگیا دولت آئے گی، آنکھ پھڑک رہی ہے نقصان ہوگا وغیرہ یہ سب شرکیہ افعال ہیں ان سب سے اجتناب کرکے صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہیئے۔

سوال ۶۲: کیا معجزہ یا نشانی لانا کسی رسول کے اختیار میں تھا؟

جواب اپنی مرضی سے معجزہ یا نشانی لانا کسی رسول کے اختیار میں نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ ''اور کسی رسول کے اختیار میں یہ بات نہ تھی کہ کوئی نشانی (معجزہ) لائے مگر اللہ کے حکم سے'' (الرعد:۳۸)
آیت بالا سے معلوم ہوا کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نہ کہ رسول کا۔
(مزید حوالہ جات قرآن میں خود دیکھیں۔ المومن:۷۸، ابراھیم:۱۱، انعام:۳۵)

سوال ۶۳: کیا کوئی شخص کسی کو ''نظر بد'' سے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے؟ یا نظر میں نفع ونقصان کا اختیار ہے؟

جواب کوئی بھی شخص کسی کو ''نظر بد'' سے کوئی نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا کیوں کہ نظر مخلوق ہے اور کوئی بھی مخلوق کسی کو مافوق الاسباب نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتی، نظر لگانا کسی بھی انسان کے اختیار میں نہیں ہے، عام طور پر مشہور ہے کہ نظر لگ جاتی ہے او ر ''نظر بد'' سے لوگوں کو بیمار کیا جاسکتا ہے، عمارتیں گرائی جاسکتی ہیں، عمارت میں دراڑیں ڈالی جاسکتی ہیں، دودھ کو پھاڑا جاسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالاں کہ ان تمام باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں نبی علیہ السلام سے اعلان کرایا گیا ہے کہ ﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لئے نقصان اور بھلائی (نفع) کا کچھ اختیار نہیں رکھتا'' (الجن:۲۱) جب نبی آخر الزماں محمد ﷺ کو نفع ونقصان پہنچانے کا اختیار نہیں ہے تو دوسرے انسان کو نفع ونقصان پہنچانے کا اختیار کیسے مل سکتا ہے؟ نفع ونقصان کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے قرآن حکیم میں مشرکین مکہ کے متعلق ہے ﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ''اور جب کافر نصیحت (قرآن) سنتے ہیں تو قریب ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے تجھے پھسلا دیں اور کہتے ہیں کہ بے شک یہ (نبی) مجنون (دیوانہ) ہے'' (القلم:۵۱) بعض لوگ اس آیت سے ''نظر بد'' کی تاثیر ثابت کرتے ہیں حالاں کہ مطلب واضح ہے کہ یہ کافر آپ ﷺ کو بُری اور قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہیں کیوں کہ قرآن مجید کا سننا مشرکین مکہ کو ناگوار گزرتا تھا، اور نبی ﷺ کو قرآن سنانے سے باز رکھنے کے لئے ڈراتے تھے، تفسیر ثنائی میں اس آیت کی تفسیر یوں ہے [تیرے زمانے کے منکرین بھی کم نہیں ایسے شدید الغضب ہیں کہ جب نصیحت سنتے ہیں تو ایسے آگ

بگولہ ہوتے ہیں کہ دیکھنے والے کو یقین ہو جائے کہ قریب ہے کہ گھور گھور کر اپنی نیلی پیلی آنکھوں کے خوف سے تجھے تیرے عزمِ مصمم سے پھسلا دیں اور بجائے اس کے کہ اپنے جوش کو جنون کہتے ہیں کہ تحقیق یہ رسول مجنون ہے جو سب دنیا کے خلاف تعلیم دیتا ہے کبھی کہتا ہے کہ معبود سب کا ایک ہے، کبھی کہتا ہے مر کر اٹھنا ہے، کبھی کچھ، کبھی کچھ، حالاں کہ وہ قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔ جو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے، نہ اس میں کوئی بات خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل ہاں! ان کی کج طبائع کے خلاف ہے](تفسیر ثنائی، جلد:۸ ص ۹۵)

درج بالا آیت میں مشرکین مکہ کی محمد ﷺ اور قرآن سے دشمنی کا نقشہ کھینچا گیا ہے نہ کہ نظر بد کی تاثیر کا اثبات، بعض لوگ سورہ یوسف کی ایک آیت سے بھی ''نظر بد'' کی تاثیر ثابت کرتے ہیں ﴿وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ﴾ ''اور (یعقوب علیہ السلام نے) کہا اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازہ سے داخل نہ ہونا، الگ الگ مختلف دروازوں سے داخل ہونا'' (یوسف:۶۷)

تو یہاں کہا جاتا ہے کہ دیکھو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ بات اس لئے کہی کہ جب سب اکٹھے ہو کر ایک ہی دروازہ سے داخل ہوں گے تو کہیں کوئی انہیں نظر بد نہ لگا دے۔

تو یہاں ''نظر بد'' کے قائلین سے یہ بات پوچھنی چاہیئے کہ کیا ''نظر بد'' صرف اکٹھے گروپ کی شکل میں لگتی ہے یا ایک اکیلے فرد کو بھی لگ سکتی ہے؟ جب اکیلے فرد کو بھی بقول قائلین ''نظر بد'' لگ سکتی ہے تو پھر ان کو جدا جدا کرنے سے کیا فائدہ؟ لہٰذا بات ظاہر ہے کہ اس آیت سے ''نظر بد'' کا اثبات سرے سے ہی غلط ہے۔ اس بارے میں تاریخی بات مفسر تدبر قرآن نے یوں لکھی ہے [چوں کہ قحط کا زمانہ تھا جس میں چوری، ڈکیتی اور اس نوع کے دوسرے جرائم بہت بڑھ جاتے ہیں اسی وجہ سے یعقوب علیہ السلام نے ان کو رخصت کرتے وقت ہدایت فرمائی کہ شہر میں جب داخل ہونا تو ایک ہی دروازہ سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف

دروازوں سے داخل ہونا، یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ قدیم زمانہ میں بیرونی حملوں سے حفاظت کے لئے ہر قابل ذکر شہر کے گرداگرد فصیل اور ہر سمت سے داخل ہونے کے لئے متعین دروازے ہوتے تھے، یعقوب علیہ السلام نے یہ ہدایت ممکن ہے اس اندیشہ سے فرمائی ہو کہ کہیں یہ لوگ شہر کے شریروں اور غنڈوں کی توجہ کا ہدف نہ بن جائیں، ایک ہی وقت میں ایک ہی دروازہ سے گیارہ ذی وجاہت خوش شکل اور باوقار بھائیوں کا اپنے قافلہ سمیت شہر میں داخل ہونا ایک جالب توجہ چیز ہوسکتی تھی اور اس کا بھی امکان تھا کہ کچھ شریر لوگ ان کے پیچھے لگ جائیں کہ ان کے پاس مال زیادہ ہوگا اور اس طمع میں وہ ان کو نقصان پہنچانے کے درپہ ہوجائیں اس ہدایت کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ تنبیہ فرمادی کہ یہ ایک تدبیر ہے جس کو اپنی دانست میں بہتر سمجھ کر میں تمہیں اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اس تدبیر کو ہرگز ہرگز اس معنیٰ میں نہ لینا کہ یہ تمہیں اس تقدیر سے بچا سکے گی جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے وہ اپنی جگہ اٹل ہے، اصل اختیار اللہ ہی کا ہے، میں نے اُسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اُسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے] (تدبر قرآن، جلد ۴ ص ۲۴۱)

قرآن مجید کی کسی آیت سے بھی ''نظر بد'' کی تاثیر کا اثبات موجود نہیں ہے بلکہ نفی ہے کیوں کہ نظر مخلوق ہے اور نظر سے مافوق الاسباب نفع یا نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ ''اور اس (اللہ) کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ'' (النساء:۳۶)

رہی کچھ روایات جو ''نظر بد'' کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں جیسا کہ بخاری میں ہے (حَدَّثَنِی اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ھمام عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ اَلْعَیْنُ حقٌّ) (نظر حق ہے) (بخاری، جلد ۲) اس روایت کی سند میں عبدالرزاق ایک راوی ہے، ابوداؤد نے کہا کہ عبدالرزاق، معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں

بدگوئی کرتا تھا، عباس عنبری نے کہا...... وہ بہت جھوٹا ہے اور واقدی (کذاب) اس سے بہت سچا ہے، عبدالرزاق جھوٹا تھا اور حدیث چوری کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۸۱)

قارئین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ محدثین واقدی کے جھوٹا ہونے پر متفق ہیں اور عبدالرزاق راوی واقدی سے بھی پرلے درجہ کا جھوٹا تھا تو اس کی روایت کو کیسے قبول کیا جائے نیز بخاری و مسلم میں نظر کے متعلق ایک روایت پر امام دارقطنی نے گرفت کی ہے۔

(شرح مسلم النووی ص ۲۲۳، جلد ۲)

''نظر بد'' کے بارے میں روایات خلاف قرآن اور کمزور ہیں۔

سوال ۶۴: کیا جن انسان پر سوار ہو سکتے ہیں؟

جواب مذہبی پیشہ وروں نے جنوں کے آنے جانے اور سوار ہو جانے کے ایسے بے حساب قصے گھڑ رکھے ہیں جن کی مدد سے وہ اپنے کاروبار کو فروغ دینے کا برابر انتظام کرتے رہتے ہیں۔ دراصل جنوں کا آ کر کسی پر سوار ہو جانا ایک سفید جھوٹ ہے چاہے لاکھوں افراد اسے اپنے چشم دید واقعہ کہہ کر ہی بیان کیوں نہ کریں۔ افسوس کہ دلیل کے طور پر ایک روایت بھی لائی جاتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کو ملک شام میں جنوں نے شہید کر دیا تھا۔ حالاں کہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ روایت بالکل غلط اور خالص موضوع ہے اور یہی حال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جن اتارنے والی روایت کا بھی ہے۔

کاروبار کی بات اور ہے مگر عملی دنیا میں آج تک کسی وہمی سے وہمی شخص نے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ فلاں قتل انسان نے نہیں بلکہ جن نے کیا ہے اور نہ کبھی کوئی پولیس اس نتیجہ تک پہنچی ہے کہ یہ چوری جنوں کی کارگزاری ہے۔ یہ جنوں کے اتارنے والے جو چند پیسوں کے عوض یہ مذموم دھندہ کرتے ہیں، کیوں جنوں کو قبضہ میں کر کے بڑی بڑی رقمیں جمع نہیں کر لیتے؟ دراصل یہ جن یا تو ان عورتوں پر آتے ہیں جو اپنے گھر والوں پر اثر ڈالنا

چاہتی ہیں یاان جوانوں پر جواس بہانے اپنی کوئی بات منوانا چاہتے ہیں۔ اس جن اتارنے والے بیوپار کے بارے میں زبان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلی ہوئی بات بھی سن لینا مناسب ہے۔(عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قَالَ سُئِلَ رَسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ "هُوَمِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ") جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ نُشرہ (جن بھوت اتارنے کے عمل) کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا "یہ شیطانی عمل ہے" (ابوداؤد، صفحہ ۵۴۰۔جلد ۲) الغرض جن انسان پرسوار ہو نہیں سکتے۔جن ایک مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے، یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ جنوں کا کسی پرسوار ہونا، شکل بدل کر آنا اور موجودہ دور میں کسی انسان کا جن کو دیکھنا، یہ سب سفید جھوٹ ہے۔

سوال ۶۵: طاغوت کسے کہتے ہیں؟ کیا طاغوت کا انکار کرنا اوراس سے بچنا ضروری ہے؟ طاغوت کی چند اقسام بیان کریں۔

جواب طاغوت سے مراد وہ ہستی ہے جو کفر و شرک میں ملوث ہو اور لوگوں کو کفر و شرک کی دعوت دے یا وہ ہستی جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کو چھوڑ کر کی جائے اور وہ اس پر راضی ہو۔طاغوت کا انکار کرنا اوراس سے بچنا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں انہوں نے اپنی قوم کو یہی دعوت دی ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ "اور ہم نے ہر اُمّت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (کی عبادت) سے بچو" (النحل:۳۶)

طاغوت کی کئی اقسام ہیں جن میں سے چند بڑے بڑے طاغوت یہ ہیں۔

۱۔وہ حکومت طاغوت کے زمرہ میں آتی ہے جو اسلامی قوانین چھوڑ کر غیر اسلامی قوانین

بناتی ہے یا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو تبدیل کرتی ہے...... (الشوریٰ:۲۱)

۲۔وہ حکومت بھی طاغوت کے زمرہ میں آتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کو چھوڑ کر غیر اسلامی قوانین کے مطابق فیصلے کرتی ہے ''جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے پس وہی لوگ کافر ہیں'' (المائدہ:۴۴)

۳۔وہ شخص بھی طاغوت ہے جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں اور وہ اپنی عبادت پر راضی ہو۔(الانبیاء:۲۹)

۴۔شیطان بھی ایک طاغوت ہے جو غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔(یٰسین:۶۰)

۵۔وہ مولوی اور پیر بھی طاغوت کے زمرہ میں آتے ہیں جو لوگوں کو کفر و شرک سکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی شخص کا ایمان قابل قبول ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے پہلے طاغوت کا انکار کرتا ہو۔(البقرہ:۲۵۹)

سوال ۶۶: دین اسلام میں فرقہ بندی کی کیا حیثیت ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ ''دین کو قائم کرو اور اس میں فرقے مت بناؤ'' (الشوریٰ:۱۳) ﴿مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲﴾ ''(ان لوگوں) میں سے مت ہو جانا جنہوں نے دین کو فرقہ فرقہ کر دیا اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ہر فرقہ جو اس کے پاس ہے اسی پر خوش ہے'' (الروم:۳۲) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ﴾ ''بے شک جنہوں نے دین میں فرقہ بازی کی (اے محمد ﷺ) آپ کا ان سے کسی چیز کا بھی واسطہ و تعلق نہیں'' (الانعام:۱۵۹) تفرقہ بازی کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠﴾ ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ'' (آل عمران:۱۰۳)

اسلام میں موجودہ فرقے مثلاً: اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی، چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی وغیرہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود نہ تھے یہ سب بعد میں وجود میں آئے دین اسلام میں فرقوں کی کوئی گنجائش نہیں دین تو اللہ کے نزدیک صرف ایک ہی ہے ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ ''بے شک دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے'' (آل عمران:۱۹)

لہٰذا ہمیں ان سب فرقوں سے چھٹکارہ حاصل کر کے صرف ایک دین اسلام ہی پر آجانا چاہیئے۔

سوال ۶۷: جمہوریت کے ذریعہ نفاذِ اسلام کی کوشش کرنا کیسا ہے؟ اسلام اور جمہوریت میں کیا فرق ہے؟

جواب جمہوریت کے ذریعہ نفاذِ اسلام کی کوشش کرنا صحیح نہیں ہے، نفاذِ اسلام کا راستہ وہی ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا تھا، وہی راستہ محمد ﷺ نے بھی اختیار کیا، سب سے پہلے لوگوں کو توحید خالص کی دعوت دی جائے کیوں کہ توحید خالص پر ایمان لانے والے سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہماری ہر بگڑی بنانے والی ہے اس لئے وہ اللہ کے قانون کو سچے دل سے قبول کرتے ہیں۔ جمہوریت انسانوں کی اکثریت کی رائے کو مان لینے کو کہتے ہیں، اسی طرح اکثریت کی رائے کی بنیاد پر کی گئی قانون سازی بھی جمہوریت کہلاتی ہے۔

جمہوریت کا بنیادی فلسفہ اور تعریف کچھ یوں پیش کی جاتی ہے، {Democracy is the Govrnment of the people,by the peple and for the people.} ''جمہوریت میں حکومت عوام کی، عوام کے ذریعہ، عوام کے لئے ہے''۔ جمہوریت میں قانون سازی عوام کے منتخب نمائندے کرتے ہیں، وہ قانون بناتے ہیں اور ملک کے عوام اسے تسلیم کر کے اس پر عمل کرتے ہیں، جمہوریت میں شریعت کی جگہ

عوام کے چُنے ہوئے نمائندوں کے بنائے ہوئے قوانین لے لیتے ہیں اور یہ چیز اسلام کی ضد ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو انسانوں پر نافذ کرنا اوران کو درست سمجھنا کفر ہے۔

اسلام اور جمہوریت کا آپس میں کوئی تعلق نہیں، اسلام میں طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جب کہ جمہوریت میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہے، اسلام میں حکومت اللہ ﷻ کی ہوتی ہے جب کہ جمہوریت میں عوام کی حکومت ہوتی ہے، اسلام میں قانون ساز اللہ تعالیٰ ہے جب کہ جمہوریت میں قانون ساز، مجلس دستور ساز ومقنّنہ ہے، اسلام میں اپنی تعریف کرنا اور دوسروں کو برملا بُرا بھلا کہنا درست نہیں، جب کہ جمہوریت میں ووٹ لینے کے لئے اپنی تعریف کی جاتی ہے اور دوسروں کی کھلم کھلا برائی کی جاتی ہے، اسلام میں جاہل اور عالم کی رائے برابر نہیں ہوتی جب کہ جمہوریت میں جاہل اور عالم کی رائے برابر ہوتی ہے، اسلام میں ایسا نہیں ہوسکتا کہ ۱۰۰ جاہلوں کی رائے ۹۹ علماءِ حق پر بھاری ہو، جب کہ جمہوریت میں ۱۰۰ جاہلوں کی رائے ۹۹ علماءِ حق پر بھاری ہوتی ہے۔ اسلام میں مرد اور عورت کی گواہی برابر نہیں، جب کہ جمہوریت میں مرد اور عورت کی گواہی (یعنی ووٹ) برابر ہے۔ اسلام میں عورت کی حکمرانی کا کوئی تصور نہیں جب کہ جمہوریت میں عورت بھی حکمران بن سکتی ہے۔ جمہوریت میں ایک فلمی اداکارہ (فاحشہ) بھی حکمرانی کے لئے الیکشن میں حصہ لے سکتی ہے، جب کہ اسلام میں ایسی خواتین کو کوئی عزت ومقام حاصل نہیں۔

جمہوریت کا بنیادی اصول کثرت رائے کا برحق ہونا ہے جب کہ قرآن کی رو سے عوام کی اکثریت صرف خود جاہل اور گمراہ ہی نہیں ہوتی بلکہ اگر کوئی عقل منداور صاحب ایمان بھی اکثریت کی پیروی کرے تو اسے بھی گمراہ بنا دیتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ﴾ ”اگرآپ زمین پر

اکثریت کی بات مانیں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے'' (الانعام:۱۱۶)

جمہوریت میں تمام فیصلے اکثریت کی بنا پر ہوتے ہیں جب کہ قرآن حکیم کی رو سے فیصلے اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ہونے چاہئیں، پس عدالتوں کے افسران خواہ وہ جسٹس، مجسٹریٹ ہوں یا دیگر افسران، ممبر صوبائی اسمبلی ہوں یا قومی اسمبلی، وزیر اعلیٰ ہوں یا وزیر اعظم، صدر ہو یا گورنر، فوج کا کوئی بڑا آفیسر ہو، کونسلر ہو یا ناظم، سینیٹر ہو یا کسی بھی اعلیٰ یا ادنیٰ عہدہ پر فائز ہوں، اگر وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے بلکہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ کافر ٹھہریں گے...... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ۝۴۴﴾ ''اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے (قانون) کے مطابق حکم (فیصلہ) نہ کریں پس وہی لوگ کافر ہیں'' (المائدہ:۴۴) سیاسی پارٹیوں کی بنیاد جمہوریت جیسے کفر پر رکھی جاتی ہے اس لئے کسی مومن و مسلم کو کسی سیاسی پارٹی میں شامل اور شریک نہیں ہونا چاہیئے اور نہ ہی ان کے ساتھ ان کو ووٹ دینے یا دلوانے کے سلسلہ میں کسی قسم کا تعاون کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ﴾ ''اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو'' (المائدہ:۲)

سوال ۶۸: قرآن حکیم میں علماء سوء اور پیروں کے بارے میں کیا ارشاد ہوا ہے؟

جواب علماء سوء اور پیروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ﴾ (التوبہ:۳۴) ''اے ایمان والو! بے شک بہت سے عالم اور مشائخ (پیر) لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھاتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ سے بھی

روکتے ہیں‘‘

آج کل کے اکثر مولویوں اور پیروں کی حالت بھی یہی ہے کہ وہ لوگوں کا مال باطل اور غلط طریقہ سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے بھی روکتے ہیں۔

سوال ٦٩: جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار و مذاق ہو رہا ہو وہاں بیٹھنا کیسا ہے؟

جواب ایسی مجالس میں بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۞﴾ ’’اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے، جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں ان کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے، کچھ شک نہیں اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے‘‘ (النساء: ١٤٠)

اس لئے ایسی محفل یا مجلس جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہو رہا ہو اور اللہ کی آیات کا انکار ہو رہا ہو یا ان میں بدعات و رسومات ہوں، چاہے وہ نام نہاد مذہبی محفل ہو، سیاسی جلسہ ہو یا شرکیہ نعت خوانی ہو، ایسی محفل اور شادی میں بھی شامل نہیں ہونا چاہیئے جہاں ڈھول، باجے، گانا بجانا، قوالی اور دھمال وغیرہ ہو۔ ہر مسلم کو ایسی محافل و مجالس سے مکمل اجتناب کرنا چاہیئے۔

سوال ٧٠: کفر کرنے والوں سے گہری قلبی دوستی رکھنے اور ان سے تعلقات رکھنے کی کہاں تک گنجائش ہے؟

جواب کفر کرنے والوں سے گہری قلبی دوستی رکھنا منع ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ

بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴿۵۱﴾ ''اے ایمان والو! یہودیوں اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (المائدہ:۵۱) ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴿۱۳۹﴾ ''جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے'' (النساء:۱۳۹) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۲۳﴾ ''اے ایمان والو! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں'' (التوبہ:۲۳) ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ﴾ ''مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں ہاں اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ) نہیں'' (آل عمران:۲۸) ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴿۸﴾ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۹﴾ ''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں

لڑائی نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا، ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اللہ انہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی تو جو لوگ ایسوں سے دوستی رکھیں گے وہی ظالم ہیں'' (الممتحنہ: ۸، ۹)

جو کافر مسلمین سے نرمی اور رواداری برتتے ہیں، انصاف کا تقاضہ ہے کہ مسلم بھی ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں، لیکن ان سے بھی قلبی محبت اور تعلق نہ ہو۔ ہاں ان کے کفر و شرک کو اچھا نہ سمجھیں اور ان کی کفر و شرک والی مجالس سے دور رہیں اور جب بھی موقع ملے ان کو ایمان کی دعوت دی جائے۔

مزید حوالہ جات قرآن کریم میں خود دیکھیں (النساء: ۱۴۴، مجادلہ: ۲۲، التوبہ: ۲۴، آل عمران: ۱۸۸)

سوال ۷۱: کیا کسی کفر و شرک کرنے والے امام کے پیچھے صلوٰۃ (نماز) ادا کرنا صحیح ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ ''بے شک صلوٰۃ مومنین پر اوقات مقررہ میں فرض کر دی گئی ہے'' (النساء: ۱۰۳) درج بالا آیت سے واضح ہے کہ صلوٰۃ صرف مومنوں پر فرض ہے کسی بدعقیدہ شخص پر نہیں، بدعقیدہ لوگوں کے اعمال برباد ہیں ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴾ ''مشرکوں کے لئے زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدیں تعمیر و آباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے'' (التوبہ: ۱۷) اسی سورہ التوبہ میں ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ﴾ ''اے ایمان والو! بے شک مشرکین پلید ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جانے پائیں'' (التوبہ:۲۸) اور فرمایا ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ﴾ ''اور تم سب مل کر مشرکین سے لڑو جیسے وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں'' (التوبہ:۳۶)

اور سورۃ الانعام میں ارشاد ہے ﴿وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ ''اور مشرکین سے اعراض کیجئے'' (الانعام:۱۰۶) درج بالا قرآنی آیات پر غور فرمائیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ صلوٰۃ صرف مومنوں پر فرض ہے، کسی مشرک پر نہیں مشرک پلید اور ناپاک ہوتا ہے۔ مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں، مشرکین مساجد کی تعمیر نہ کریں، مشرک مسجد حرام کے قریب نہ آئے، مشرکین سے قتال کرو، مشرکین سے اعراض کرو۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے قرآنی دلائل کی موجودگی میں ایک مومن کس طرح یہ گوارہ کرے گا کہ وہ کسی بدعقیدہ مشرک امام کے پیچھے صلوٰۃ (نماز) ادا کرے؟ غور فرمایئے جب ابراھیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ﴾ ''اے ابراھیم میں تمہیں لوگوں کے لئے امام ٹھہراتا ہوں'' (البقرہ:۱۲۴) تو ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ ﴾ ''اور میری اولاد میں سے بھی'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ ''میرا عہد (حکم) ظالموں (مشرکوں) کے لئے نہیں'' (البقرہ:۱۲۴)

لہٰذا ان قرآنی دلائل کی روشنی میں کسی بھی مشرک امام کے پیچھے صلوٰہ ادا نہیں کی جاسکتی۔

سوال ۷۲: کیا مومنہ عورت کا نکاح کسی مشرک مرد سے کرنا درست ہے؟

جواب مومنہ عورت کا نکاح کسی مشرک مرد کے ساتھ کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ﴿ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ﴾ (البقرہ:۲۲۱) ''اور مشرک مرد جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو

ان کے نکاح میں نہ دینا کیوں کہ مشرک (مرد) سے خواہ وہ تم کو کیسا ہی اچھا لگے مومن غلام بہتر ہے''۔ اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مومنہ عورت کا نکاح کرنے سے پہلے یہ یقین کر لینا ضروری ہے کہ جس مرد سے اس کا نکاح کیا جا رہا ہے کہ وہ واقعی مومن ہے، کہیں شرک میں مبتلا تو نہیں۔

سوال ۷۳: شرک پر مرنے والے کی صلوٰۃ الجنازہ پڑھنا یا اس کے حق میں بخشش کی دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب شرک پر مرنے والے کی صلوٰۃ الجنازہ پڑھنا یا اس کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا منع ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾﴾ ''نبی (ﷺ) اور مومنوں کے لئے شایاں نہیں کہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا کریں اگرچہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں جب کہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ اہل دوزخ ہیں'' (التوبہ: ۱۱۳)

سوال ۷۴: کیا مشرک مسجد حرام (بیت اللہ) میں داخل ہوسکتا ہے؟

جواب مشرک مسجد حرام (بیت اللہ) میں داخل نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ﴾ ''اے ایمان والو! بے شک مشرکین پلید ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جانے پائیں'' (التوبہ: ۲۸)

سوال ۷۵: مشرکین کا مساجد تعمیر و آباد کرنا کیسا ہے؟

جواب مساجد کو تعمیر و آباد کرنا مشرکین کے لئے صحیح نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

بِالْكُفْرِ ؕ أُولَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خَٰلِدُونَ ﴿١٧﴾
''مشرکوں کے لئے زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدیں تعمیر وآباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے'' (التوبہ:١٧)

سوال ٧٦: کفر وشرک پر مرنے والے نجات پانے کے لئے زمین بھر کر سونا دینا چاہیں یا دنیا کا سارا مال ودولت، تو کیا اللہ کے عذاب سے ان کی جان چھوٹ جائے گی؟

جواب کفر وشرک پر مرنے والوں کی نجات ہرگز نہ ہوگی اور ان سے کسی قسم کا کوئی بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں مر گئے وہ اگر (نجات حاصل کرنا چاہیں اور) بدلہ میں زمین بھر کر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ان لوگوں کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا'' (آل عمران:٩١)

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾﴾
''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے قبضہ میں ساری زمین کی دولت ہو اور اتنی ہی اور اس کے ساتھ اور وہ چاہیں کہ اسے بدلہ میں دے کر روز قیامت کے عذاب سے بچ جائیں تب بھی وہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے'' (المائدہ:٣٦)

سوال ٧٧: قرآنی آیات کا انکار کرنے والوں اور منافقت کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا؟

جواب قرآنی آیات کا انکار اور منافقت کرنے والے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں رہیں گے، وہاں نہ انہیں موت آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ وہ وہاں آگ سے نکل سکیں گے اور نہ ہی ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ ﴾

''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات سے کفر کیا ان کو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے جب ان کے بدن کی کھالیں گل (اور جل) جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ عذاب (کا مزہ) چکھتے رہیں بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے'' (النساء:۵۶)

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے'' (البقرہ:۳۹)

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِيْرًا ۝ ﴾

''بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے'' (النساء:۱۴۵)

سوال ۷۸: کیا شرک کی موجودگی میں نیک اعمال کا کوئی فائدہ ہوگا؟

جواب شرک کی موجودگی میں نیک اعمال بے فائدہ ہیں، شرک سے اللہ تعالیٰ کو اس قدر نفرت ہے کہ سورۃ الانعام میں اٹھارہ برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کے فضائل کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ ''اور اگر وہ (انبیاء) شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے'' (الانعام:۸۸)

اور رسول اللہ ﷺ کو براہ راست مخاطب کر کے فرمایا ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾

''اور (اے محمد ﷺ) تمہاری طرف اور ان (انبیاء علیہم السلام) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم

خسارہ (نقصان) پانے والوں میں ہو جاؤ گے'' (الزمر:٦٥)

سوال ٧٩: کیا یہ کہنا درست ہے کہ قرآن حکیم ایک مشکل اور سمجھ نہ آنے والی کتاب ہے؟

جواب یہ کہنا درست نہیں کہ قرآن حکیم ایک مشکل اور سمجھ نہ آنے والی کتاب ہے، اور اس کو سمجھنے کے لئے ١٤ یا ١٨، علوم درکار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾﴾ ''اور تحقیق ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی ہے سوچنے سمجھنے والا؟'' (القمر:١٧، ٢٢، ٣٢، ٤٠)

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ ''بے شک یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے'' (بنی اسرائیل:٩)

سوال ٨٠: کیا یہ کہنا درست ہے کہ قرآن حکیم ایک نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے؟

جواب یہ کہنا درست نہیں کہ اصل قرآن (٤٠) چالیس پاروں پر مشتمل ہے اور یہ ایک نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے، اور بعض روایات کی بنیاد پر یہ کہنا کہ اس میں کچھ آیات منسوخ ہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''رجم'' کی آیات پہلے قرآن میں تھیں لیکن بعد میں یہ آیات نکال دی گئیں اور حکم موجود ہے۔ یہ تمام باتیں قرآن کے خلاف ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٩﴾﴾ ''تحقیق ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' (الحجر:٩)

﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ﴾ ''کیا میں اللہ کے سوا اور منصف تلاش کروں حالاں کہ اس نے تمہاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی ہے'' (الانعام:١١٤)

سوال ٨١: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کس مقصد کے لئے نازل فرمایا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم اس لئے نازل فرمایا کہ لوگ اس کی تعلیمات کو سمجھ کر ہر قسم کی

گمراہی اور کفر وشرک سے بچ جائیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾

''(اے نبی ﷺ) یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے برکت والی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل والے نصیحت پکڑیں'' (ص:۲۹)

﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ ''(اے نبی ﷺ) یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آؤ، ان کے رب کے حکم سے (اللہ) کے راستے پر جو غالب اور قابل ستائش ہے'' (ابراھیم:۱)

(مزید حوالہ جات قرآن حکیم میں خود دیکھیں۔ البقرہ:۲، الفرقان:۱)

سوال ۸۲: کیا رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث قرآن حکیم کے خلاف ہوسکتی ہے؟

جواب نبی آخر الزماں محمد ﷺ کی کوئی بھی حدیث قرآن حکیم کے خلاف نہیں ہوسکتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دو کہ جو کتاب (قرآن) اللہ نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان لایا'' (شوریٰ:۱۵) یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ جو روایت بھی قرآن مجید کے خلاف ہو وہ صحیح حدیث نہیں ہوسکتی۔

سوال ۸۳: کیا قرآن وسُنَّت کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا، مولوی اور پیر کی پیروی کرنا گمراہی ہے؟

جواب ہاں! گمراہ لوگ حق بات قبول کرنے کے بجائے یہ کہتے رہے ہیں کہ ''ہم اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی

پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی (طریقہ) کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، بھلا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے راستہ پر ہوں (تب بھی وہ ان ہی کی پیروی کئے جائیں گے؟)'' (البقرہ:۱۷۰)

موجودہ دور میں بھی لوگوں کی اکثریت کا یہی حال ہے کہ جب انہیں اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا، امام، مولوی اور پیر...... کی بات مانیں گے، کیا ان کا عقیدہ غلط ہے؟ واضح رہے ہماری نجات اسی صورت میں ہو سکے گی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانیں، مولویوں اور پیروں کی اندھی پیروی سے اپنی جان چھڑا لیں۔

سوال ۸۴: کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب اگر کسی مسئلہ میں کوئی اختلاف ہو جائے تو ہمیں سب سے پہلے قرآن حکیم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ﴾ ''اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے پس اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہوگا)'' (شوریٰ:۱۰) مذکورہ بالا آیت کا مطلب یہ ہے کہ اختلاف کی صورت میں فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق ہوگا۔ اللہ کی کتاب کی تائید اور تشریح میں کوئی صحیح حدیث مل جائے تو اسے بھی مانا جائے گا۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور صاحب امر کی اور اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف پڑ جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو'' (النساء:۵۹) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور

رسول کی اطاعت کرواور اپنے اعمال کوضائع مت کرو۔'' (محمد: ۳۳)

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''تحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ (موجود) ہے'' (الاحزاب: ۲۱) ہاں! اگر کوئی روایت اللہ کی آخری کتاب قرآن حکیم کے خلاف ہوتو اسے ہرگز نہیں مانا جائے گا۔

مزید حوالہ جات قرآن حکیم میں خود دیکھیں (آل عمران: ۱۳۱، النساء: ۶۴، الحشر: ۷)

سوال ۸۵: انسان کو آخرت میں ہر قسم کے خسارہ سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب انسان کو آخرت میں ہر قسم کے خسارہ سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل کام کرنا ضروری ہیں (۱) ایسا ایمان لایا جائے جو ہر قسم کے کفر وشرک سے پاک ہو۔ (۲) نیک اعمال اختیار کئے جائیں۔ (۳) حق بات کی تبلیغ کی جائے۔ (۴) اس راہ میں آنے والی ہر مشکل اور مصیبت پر صبر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳﴾ ''زمانہ شاہد ہے، انسان خسارہ میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔ نیک عمل کئے، حق کی تبلیغ کی اور اس راستہ میں آنے والی تکالیف پر صبر کی تلقین کرتے رہے'' (سورۃ العصر)

سوال ۸۶: کیا ایمان قبول کرنے کے بعد انسان کی آزمائش ہوگی؟

جواب ایمان قبول کرنے کے بعد انسان کی آزمائش ہوگی، قرآن حکیم میں ہے ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝۲﴾ ''کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی'' (العنکبوت: ۲) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ

وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) جنّت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکالیف پہنچیں اور وہ ہلا مارے گئے یہاں تک کہ رسول اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی (اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ) اللہ کی مدد قریب ہے'' (البقرۃ: ۲۱۴)

مزید حوالہ جات قرآن مجید میں خود دیکھیں (البقرہ: ۱۵۵۔ آل عمران: ۱۸۶)

سوال ۸۷: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں فرمایا ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾﴾

''مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں'' (الحجرات: ۱۵)

جہاد کے کئی اقسام ہیں (۱) جہاد بالنفس (۲) جہاد بالمال (۳) جہاد بالسیف۔ اپنے جان اور مال سے اللہ کی راہ میں کوشش کرنا، اپنے نفس سے جہاد کرنا یعنی اپنے آپ کو نیکیوں پر آمادہ کرنا اور برائیوں سے روکنا اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا۔ نیز قرآن حکیم کی اشاعت وتبلیغ کو بھی اللہ تعالیٰ نے جہاد کبیر کہا ہے ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾﴾ ''اور اس قرآن کے ذریعہ ان سے جہاد کبیر (بڑا جہاد) کیجیئے'' (الفرقان: ۵۲)

سوال ۸۸: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کا نام قرآن حکیم میں کیا رکھا ہے؟

جواب قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کا نام ''مسلمین'' رکھا ہے، اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا ﴾ (الحج:۷۸) ''اس (اللہ) نے تمہارا نام پہلی امتوں میں بھی مسلم رکھا تھا اور اب بھی تمہارا نام (صرف) مسلم ہے'' اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے فرقہ وارانہ نام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے نام کو اپنائیں۔

سوال ۸۹: کیا مومنوں پر بھی اللہ تعالیٰ اور ملائکہ صلوٰۃ (درود) بھیجتے ہیں؟

جواب ہاں! مومنوں پر بھی اللہ تعالیٰ اور ملائکہ صلوٰۃ (درود) بھیجتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ ﴾ ''وہی (اللہ) تو ہے جو تم پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجتا ہے اور اس کے ملائکہ بھی'' (الاحزاب:۴۳) اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ (درود) بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور ملائکہ کے (رحمت) درود بھیجنے کا مطلب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مومنوں کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

سوال ۹۰: کیا محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول اور خاتم النبیّین ہیں؟

جواب محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول اور خاتم النبیّین ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی نبی آنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ ''محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، وہ تو اللہ کے رسول اور تمام انبیاء میں آخر پر ہیں'' (الاحزاب:۴۰) نبی ﷺ کا فرمان ہے ''اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' ''میں انبیاء کے (سلسلہ) کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں'' (ابوداؤد) اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ محمد ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا۔ چاہے وہ مسلیمہ کذاب، مرزا غلام احمد قادیانی جیسا جھوٹا اور یوسف کذاب لاہوری ہو یا کوئی اور۔

❁ رہا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا معاملہ تو اس بارے میں آپ ہماری کتاب ''عقیدہ خاتم النبیّین'' ضرور پڑھئے۔

سوال ۹۱: کیا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے؟

جواب ہاں! عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی تھی، دلائل درج ذیل ہیں

(۱) ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾﴾ ''یقیناً عیسیٰ کی مثال اللہ کے ہاں آدم کی مثال جیسی ہے اُسے مٹی سے پیدا کیا پھر اُسے کہا ہو جا پس وہ ہو گیا'' (آل عمران:۵۹)

درج بالا آیت پر غور کیجئے۔ آدم علیہ السلام کو اللہ نے بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے صرف مریم سے پیدا کیا تو دونوں میں مماثلت خلق کے اعتبار سے بن باپ ہونے میں ہے۔ اور دوسری مشابہت یہ ہے کہ دونوں اللہ کے امر ''کن'' سے ہیں یعنی دونوں اللہ کا ''کلمہ'' ہیں۔

درج بالا آیت میں مشبّہ بہٖ آدم علیہ السلام ہیں اور مشبّہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مشبّہ بہٖ میں اوصاف تشبیہ مشبّہ سے زیادہ پائے جاتے ہیں تب مماثلت یا تشبیہ درست ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے ﴿مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىۃَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡہَا کَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ﴾ ''ان لوگوں کی مثال جن پر تورات لادی گئی پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا اس گدھے جیسی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو'' (الجمعہ:۵)

درج بالا آیت میں یہود نے تورات کو پس پشت ڈال کر احمقانہ پن اختیار کیا تو ان کو اللہ نے گدھے سے تشبیہ دی۔

اب غور کیجئے تو قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے زمین کی کوکھ سے پیدا ہوئے گویا کہ زمین کا پیٹ اس کے لئے بمنزلہ ماں ہے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مریم ہے لیکن آدم علیہ السلام کی طرح اس کا باپ نہیں اس لئے آدم علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے صرف اپنی ماں مریم سے پیدا ہوئے۔

(۲) ﴿قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا۝۲۰ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۝۲۱ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا۝۲۲﴾ ''وہ بولی یہ لڑکا کیسے ہوگا، نہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں، اس نے کہا یوں ہی ہوگا۔ تیرے رب کا ارشاد ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے اور یہ اس لئے کہ ہم اس کو لوگوں کے لئے ایک نشانی اور اپنی جانب سے ایک رحمت بنائیں۔ اور یہ ٹھیک طے شدہ امر ہے پس اس نے اس کا حمل اٹھالیا اور وہ اس حمل کے ساتھ ایک دور کے مقام کو چلی گئی'' (مریم:۲۰ تا ۲۲)

سورہ مریم کی درج بالا آیات پر غور کریں کہ مریم بیٹا پیدا ہونے پر اس لئے تعجب کر رہی ہیں کہ مجھے کسی مرد نے نہیں چھوا، یعنی نہ میرا شوہر ہے اور نہ میں بدکار ہوں کہ بغیر نکاح کے کوئی مرد میرے قریب آیا ہے۔ پھر دیکھئے جبرئیل علیہ السلام نے مریم کی دونوں باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ''تیرے رب نے فرمایا ہے کہ ایسا ہی ہوگا یہ کام میرے لئے آسان ہے اور یہ اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی بنائیں اور اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے'' (مریم:۲۱) اب آیت ۲۲ پر نظر ڈالئے ﴿فَحَمَلَتْهُ﴾ پس اس نے عیسیٰ علیہ السلام کا حمل اٹھالیا۔ حرف ''فا'' ترتیب کے لئے ہے یعنی مریم بغیر شادی کے اور بغیر بدکاری کے حاملہ ہوگئی۔ تو معلوم ہوا کہ مریم نے نہ شادی کی ہے اور نہ بدکاری کی ہے اور اس نے اپنی ناموس کی حفاظت کی ہے۔

(۳) دیکھئے قرآن حکیم میں انسانوں کو حکم ہے کہ ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ﴾ ''اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو'' (بنی اسرائیل:۲۳)

یحییٰ علیہ السلام کے لئے آیا ہے ﴿وَبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ﴾ ''اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا'' (مریم:۱۴) اور عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ﴿وَبَرًّۢا بِوَالِدَتِىْ ؗ﴾ ''اور اللہ نے

مجھے اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے'' (مریم: ۳۲)

درج بالا آیات پر غور فرمائیں کہ عام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ یحیٰ علیہ السلام کی بابت فرمایا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے تھے جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں تھے۔

(۴) سورۃ التحریم کی آیات ۱۰ تا ۱۲ دیکھئے۔ اِمْرَاَتَ نُوْحٍ اِمْرَاَتَ لُوْطٍ۔ آیت ۱۱ میں اِمْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اور آیت ۱۲ میں فرمایا ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ﴾ غور کیجئے (۱) نوح علیہ السلام کی عورت (۲) لوط علیہ السلام کی عورت (۳) فرعون کی عورت۔ اب جب مریم کی باری آئی تو فرمایا عمران کی بیٹی۔ دیکھئے یہاں بھی یہ محکم دلیل ہے کہ مریم کا شوہر نہیں تھا ورنہ قاعدہ کے مطابق امرأت یوسف کہا جاتا۔ (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مریم کے شوہر کا نام یوسف نجار تھا) اور مریم بنت عمران نہ کہا جاتا۔ اور اگر وہ شوہر والی تھی تو ﴿اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ نہ ہوتا کیوں کہ شوہر والی عورت غیر مردوں سے صرف فرج کی حفاظت نہیں پورے جسم کی حفاظت کرتی ہے اور غیر شادی شدہ لڑکی بھی پورے جسم کی حفاظت کرتی ہے۔ اور مریم کے ساتھ فرج کا لفظ اس لئے خاص کیا کہ وہ نکاح اور زنا دونوں عمل سے محفوظ تھی۔ جس کی تائید پہلے گزری ہے۔

(۵) ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے'' (الاحزاب: ۵) دیکھئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ متبنّٰی کو ان کے اپنے باپوں جن سے یہ پیدا ہوئے ہیں کی نسبت سے پکارو۔

اللہ کا ارشاد ہے ﴿يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ﴾ ''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ'' (المائدہ: ۱۱۶)

ایک طرف اللہ کا حکم ہے کہ مَردوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہی انصاف کی

بات ہے۔لیکن عیسیٰ علیہ السلام کو ماں کی نسبت سے پکارا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔ورنہ اللہ ہمیں اس کے باپ کا نام ضرور بتلاتا۔اللہ ہمیں انصاف کی تعلیم دے اور خود العیاذ باللہ بے انصافی کرے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

اب جب کہ قرآن میں عیسیٰ ابن مریم آیا اور اللہ ہی نے ابن مریم کے نام سے پکارا تو بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں۔نیز عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام بتانا اس لئے بھی ضروری تھا کہ نصرانیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تھا لہٰذا اس طرح وضاحت بھی ہوجاتی کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا نہیں بلکہ یوسف نجار کا بیٹا ہے۔لیکن چوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام نہیں بتلایا بلکہ فرمایا ﴿كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ﴾ "یہ اللہ کا کلمہ تھا جو اس نے مریم کی طرف ڈالا" (النساء:۱۷۱)

آیت بالا سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف کلمہ "القا" کیا اور اس کلمہ سے مریم حاملہ ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے نہ کہ کسی مرد کے ملاپ سے۔

سوال ۹۲: کیا کوئی ایسا دجّال آئے گا جو مُردوں کو زندہ کرنے والا، بارش برسانے والا اور غلّہ اُگانے والا ہو؟

جواب دجّال کے معنی ہیں بہت بڑا جھوٹا، بڑا دھوکہ باز، ویسے تو دنیا میں بڑے بڑے دجّال آئے ہیں اور آئیں گے لیکن ایسے دجّال کو ماننا کہ اپنے حکم سے مُردوں کو زندہ کرے، بارش برسائے، غلّہ اُگائے، شرک ہے ایسا کوئی دجّال نہیں یہ جھوٹ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾﴾ "بھلا دیکھو کہ جو کچھ تم بوتے ہو، تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں" (الواقعہ:۶۳، ۶۴)

اب دیکھئے غلّہ اُگانا کسی انسان کے بس کی بھی بات نہیں ہے تو جھوٹا "دجّال" کیسے اگا سکتا ہے؟ اپنی الوہیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی چاہے وہ انبیاء ہوں، ملائکہ ہوں،

جنّات ہوں، خواہ کوئی بھی ہو شریک نہیں کیا، تو خبیث دجّال کو کیسے شریک بنا سکتا ہے؟ دجّال والی روایات بھی متضاد ہیں کسی میں ہے کہ ''دجّال'' دائیں آنکھ سے کانا ہے، کسی میں ہے کہ بائیں آنکھ سے کانا ہے، کسی میں ہے نبی ﷺ نے (خواب میں) دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے، کسی میں ہے کہ مکہ و مدینہ میں دجّال داخل نہ ہو سکے گا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ دجّال کے متعلق روایات صحیح نہیں، دجّال بارش کیسے برسا سکے گا، جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَفَرَءَيۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِىۡ تَشۡرَبُوۡنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡهُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ ﴿٦٩﴾﴾ ''بھلا دیکھو تو جو پانی تم پیتے ہو، کیا تم نے اسے بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں'' (الواقعہ: ٦٨، ٦٩) روایات میں آیا ہے کہ دجّال ایک زندہ شخص کو مارے گا اس کو چیر کر دو ٹکڑے کرے گا اور پھر اسے زندہ کرے گا، ذرا غور فرمائیں قرآن مجید میں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام (بِاِذۡنِ اللہ) مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ یعنی مُردوں کا زندہ کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں (زندہ) ہونا یہ عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سے سانپ بنانا، اللہ تعالیٰ کا کام تھا، نہ کہ موسیٰ علیہ السلام کا۔ تو جب اللہ تعالیٰ ایک نبی کے ذریعے مُردے زندہ کرتے تھے اور پھر ایک دجّال کے ہاتھوں بھی اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) یہ کام کرے، تو پھر بتلائیں کہ نبی اور دجّال جھوٹے میں کیا فرق رہ گیا؟ تو معلوم ہوا کہ دجّال کے آنے کے قصے جھوٹے ہیں۔

(اس مسئلے پر مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''دجّال کے کارنامے'' کا مطالعہ فرمائیں)

سوال ٩٣: کیا قربِ قیامت مہدی کا ظہور ہوگا؟

جواب مہدی کے معنی ھدایت یافتہ ہیں، ہر وہ شخص جو ھدایت یافتہ ہو، مہدی کہلائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فَعَلَيۡكُمۡ بِسُنَّتِى وَسُنَّةِ خُلَفَاءِ رَاشِدِيۡنَ وَالۡمَهۡدِيِيۡن'' ''لازم پکڑو میرے طریقہ کو اور مہدیین خلفاء راشدین کے طریقہ کو'' (مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

مہدیین، مہدی کی جمع ہے۔درج بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام خلفاء راشدین مہدیین ہیں، چوں کہ خلفاء کا یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان ''سیکون خلفاء'' کے مطابق ہے جو قیامت تک جاری رہے گا،لہٰذا قیامت تک مسلمین کے درمیان جتنے بھی ہدایت یافتہ خلفاء آئیں گے وہ تمام کے تمام مہدیین کہلائیں گے۔رہی بات اُس مخصوص امام مہدی کی جس کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے تو اس موضوع پر جتنی روایات پائی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔اس میں سب سے قوی تر روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جسے ابوداؤداور ترمذی نے روایت کیا ہے،ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے،عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کرنے والے زربن جیش اوران سے عاصم روایت کرتے ہیں،عاصم کی ذات انتہائی مشکوک ہے۔اگرچہ وہ قرأت میں بہت بڑے امام ہیں لیکن حدیث میں حجت نہیں،ابن عدی ''کامل''میں،ذہبی''میزان الاعتدال''میں لکھتے ہیں''عاصم قرأت میں تومسلّم ہیں لیکن حدیث میں قابل تسلیم نہیں'' ابن خراش کہتے ہیں''ان کی احادیث منکر ہوتی ہیں''یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں''میں نے جتنے بھی ایسے افراد کو دیکھا جن کا نام عاصم تھا ان سب کا حافظہ خراب پایا''ابن سعد کہتے ہیں''اگر چہ عاصم ثقہ ہیں لیکن حدیث میں غلطیاں بہت کرتے ہیں''امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں یہ''وہ اس لائق نہیں کہ انہیں ثقہ کہا جاسکے''(میزان الاعتدال،جلد:۲۔صفحہ ۳۵۷)

اس لحاظ سے یہ روایت بھی محدثین کی نظر میں حجت نہیں اور نہ یہ صحت کے معیار پر پوری اُترتی ہے۔پس قرب قیامت ''امام مہدی کے ظہور'' کا عقیدہ قرآن وسنت کی روشنی میں درست نہیں۔

سوال ۹۴:اللہ تعالیٰ کے ہاں کیسے ایمان کی قبولیت ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے ایمان کی قبولیت اورقدروقیمت ہے جو ہر قسم کے شرک سے

پاک ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں ظلم (شرک) نہیں ملایا ان ہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں'' (الانعام:۸۲)

اس آیت میں ظلم کے معنی ''شرک'' نبی ﷺ نے خود بیان فرمائے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

سوال ۹۵: اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کو چھوڑ کر ریاکاری (دکھاوے) کی عبادت کرنا کیسا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کو چھوڑ کر ریاکاری (دکھاوے) کی عبادت کرنا شرک ہے، ہر قسم کی عبادت اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے کی جائے کسی قسم کی عبادت بھی لوگوں کے دکھاوے اور نمائش کے لئے نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ ''پس جو اپنے رب کے ساتھ ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی اس کی عبادت میں شریک نہ کرے'' (الکہف:۱۱۰)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اے ایمان والو! اپنے صدقات و (خیرات) احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا'' (البقرہ:۲۶۴)

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے لوگوں کے دکھاوے کے لئے نکلے'' (الانفال:۴۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دکھاوے کی صلوٰۃ (نماز) پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا صوم (روزہ) رکھا اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے

شرک کیا۔(مسند احمد،مشکوٰۃ)

سوال ۹۶: کیا محمد ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے اپنی امت یا قوم سے اُجرت (معاوضہ) کا سوال کیا تھا؟

جواب محمد ﷺ اور آپ سے پہلے دوسرے انبیاء علیہم السلام نے اپنی امت یا قوم سے اُجرت (معاوضہ) کا سوال نہیں کیا،

محمد ﷺ کا اعلان

﴿قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٰى لِلۡعٰلَمِيۡنَ۝۹۰﴾

''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (قرآن) پر اجرت نہیں مانگتا یہ تو جہاں کے لوگوں کے لئے صرف نصیحت ہے'' (الانعام:۹۰)

اللہ کی طرف سے نبی علیہ السلام کو اجرت سے اعلان براءت کا حکم

﴿قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ﴾

''(اے نبی ﷺ) کہہ دو کہ میں نے تم سے کچھ صلہ (معاوضہ) مانگا ہو تو وہ تمہارا ہی رہا، میرا اجر (معاوضہ) تو اللہ ہی کے ذمہ ہے'' (سبا:۴۷)

﴿وَمَا تَسۡـَٔلُهُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝۱۰۴﴾

''اور (اے نبی ﷺ) تم اس (قرآن) پر ان سے کچھ معاوضہ (اجرت) نہیں مانگتے، یہ قرآن تو تمام جہاں والوں کے لئے ایک نصیحت ہے'' (یوسف:۱۰۴)

﴿قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَكَلِّفِيۡنَ۝۸۶ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝۸۷﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دو کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں یہ (قرآن) تو جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے'' (ص:۸۶۔۸۷)

نوح علیہ السلام **کا اعلان:** ﴿وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴿۱۰۹﴾﴾ ''اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے'' (شعراء:۱۰۹)

هود علیہ السلام **کا اعلان:** ﴿وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴿۱۲۷﴾﴾ ''اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے'' (شعراء:۱۲۷)

صالح علیہ السلام **کا اعلان:** ﴿وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴿۱۴۵﴾﴾ ''اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے'' (شعراء:۱۴۵)

لوط علیہ السلام **کا اعلان:** ﴿وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴿۱۶۴﴾﴾ ''اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے'' (شعراء:۱۶۴)

شعیب علیہ السلام **کا اعلان:** ﴿وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴿۱۸۰﴾﴾ ''اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے'' (شعراء:۱۸۰)

مزید حوالہ جات قرآن حکیم میں خود دیکھیں (فرقان:۵۷،هود:۲۹)

سوال ۹۷: اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالنا کیسا ہے؟

جواب اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالنا منع ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ﴾ ''پس تم لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو اور میری آیات کو (دنیاوی) تھوڑی سی قیمت پر مت بیچو'' (المائدہ:۴۴)

عن عبدالرحمن بن شبل الالنصاری قال سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللہ ﷺ
"اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوْا بِهٖ" عبدالرحمن بن شبل الانصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ قرآن پڑھو مگر اس کو روٹی کمانے کا ذریعہ نہ
بناؤ۔ (مسند احمد ص: ۴۴۴، جزء ۳) عن بریدہ قال قال رسول اللہ من قرأ القرآن
(یتأکل) به جاء یوم القیامة ووجهه عظم لیس علیه لحم۔ بُریدہ رضی اللہ عنہ روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پڑھ کر لوگوں سے اسے
روٹی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا، وہ قیامت کے دن اس صورت میں آئے گا کہ اس کے
چہرہ پر صرف ہڈی ہوگی، گوشت نہ ہوگا۔ (رواہ البیہقی مشکوٰۃ: ص، ۱۹۳)

سوال ۹۸: قیامت کے دن کس چیز کے متعلق پوچھ ہوگی؟

جواب قیامت کے دن قرآن مجید کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ﴾ (الزخرف: ۴۴)
"بلاشبہ یہ (قرآن) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے اور آپ کی قوم (امت) کے لئے
(نصیحت) ہے، اور عن قریب تم سے اس (قرآن) کے متعلق پوچھا جائے گا"۔

سوال ۹۹: کیا سچے لوگوں اور سچی جماعت میں شامل ہونا اور شرک میں ملوث فرقہ یا
جماعت سے علیحدگی ضروری ہے؟

جواب سچے لوگوں اور سچی جماعت میں شامل ہونا اور شرک میں ملوث فرقہ یا جماعت سے
علیحدگی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا
مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾
"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو" (التوبہ: 119)
دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴿۱۱۳﴾ (ھود: ۱۱۳)

’’اور جو لوگ ظالم ہیں، ان کی طرف مائل نہ ہونا، نہیں تو تمہیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارے اور دوست نہیں ہیں۔ اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہو گئے تو پھر تم کو (کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی‘‘

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾

"کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اُس کی طرف آؤ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (اُن سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرماں بردار ہیں" (آل عمران: 64)